POSTED AT NDPSO ON 10-11 JANUARY 2000
U (C) 160/99 TO POST WITHOUT PREPYAMENT
POSTAL REGN. NO. DL-11186/99 R.NO.2186/57

ہفت روزہ

ہماری زبان

انجمن ترقی اردو (ہند) نئی دہلی

۱۵ر جنوری ۲۰۰۰ء (15-01-2000) شمارہ نمبر: ۳ جلد نمبر: ۵۹

خدنگ نظر

"خدنگِ نظر" لکھنؤ کے اڈیٹر منشی نوبت رائے نظر (۱۸۶۶-۱۹۲۳ء) اردو کے اعلا شاعر، صاحب طرز انشا پرداز اور کامل الفن صحافی تھے۔ غزلوں کے علاوہ ان کی منظومات بھی ہیں۔ افسوس کہ ان کا معتد بہ حصہ کلام دستبرد زمانہ ہوا ہے۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے دوست منشی دیا نرائن نگم اڈیٹر "زمانہ" نے "انوارِ نظر" کے نام سے ان کا کلام اپنے مقدمہ کے ساتھ مرتب کیا تھا جو بعد میں عرصہ دراز کے بعد اردو اکادمی لکھنؤ نے ۱۹۸۸ء میں شائع کیا۔ نظر کی غزلیں آسان، شگفتہ اور عام فہم ہیں۔ راقم حروف نے بھی کچھ کلام پرانے نایاب رسالوں سے جمع کیا ہے۔ ایک غزل کے چند شعر "تمدن" دہلی بابت

یہ رسالہ نظر نے پہلے گلدستہ کی صورت میں ستمبر ۱۸۹۶ء میں نکالا۔ سرورق کی پیشانی سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے نظام دکن میر محبوب علی خاں کی سرپرستی حاصل تھی۔ سرورق پر خدنگ نظر کے نیچے یہ شعر لکھا رہتا تھا: ۔

مائل ہیں دگر تنگ قضا کرے آپ
بھلائیں دل کو تیر خدنگ نظر سے آپ

جنوری ۱۹۰۰ء میں خدنگ نظر میں تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ غزلوں کے علاوہ نثر کے مضامین کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ بیشتر مضامین شرر لکھنوی کے ہوتے تھے۔ ۱۹۰۳ء میں ابوالکلام آزاد صدر نثر کا اڈیٹر ہوئے تھے۔ اکثر و بیشتر

اقبال اور خدنگِ نظر

اکبر حیدری کشمیری (ہمدانیہ کالونی، بمنہ، سرینگر 190010)

جولائی ۱۹۱۲ء کے حوالے سے بطور نمونہ از خروارے درج کیے جاتے ہیں: ۔

بے ثبات اس قدر زمانہ ہے
آج کی بات کل کا فسانہ ہے
غم زدوں کا جو آستانہ ہے
مرکز گردش زمانہ ہے
نقش ہیں دل پہ صورتیں کیا کیا
لاجواب اک نگار خانہ ہے
کون اس بزم ناز میں نہ جلے
شعلہ شمع تازیانہ ہے
کیا کرے گی قفس پہ بھی بجلی
اب ہمارا یہ آشیانہ ہے
مختصر ہو تو غم کے ہیں دو حرف
طول اگر دیجیے فسانہ ہے
اے نظر مثل قطرۂ باراں
نذر غیر اپنا آب و دانہ ہے

جنوری ۱۹۱۰ء میں انڈین پریس الہ آباد سے اردو کا ایک مشہور ماہنامہ "ادیب" آب و تاب سے نکلا۔ نظر اس کے پہلے اڈیٹر تھے۔ یہ ماہنامہ جولائی ۱۹۱۳ء تک جاری رہا۔ نظر اس کے بند ہو جانے کے بعد "زمانہ" کانپور سے وابستہ رہے۔ ۱۹۱۴ء میں مطبع منشی نول کشور لکھنؤ کے ملازم ہوئے اور اودھ اخبار ۱۹۲۳ء تک ایڈٹ کرتے رہے۔ اس کے اگلے سال چل بسے۔

نظمیں نادر کاکوروی کی رہتی تھیں۔ ضخامت ۴۸ صفحوں کی تھی۔ سرورق پر اب ذیل کا شعر چھپنے لگا: ۔

نکلا ہے بن سنور کے "خدنگِ نظر" نظر
بس! دل ہو عزیز رہا ہے کسی کی نظر نہ ہو

مارچ ۱۹۰۲ء کے سرورق پر یہ شعر چھپا ہے: ۔

قصد ادب بکشور نظام کرد و ں نظر
امید وار نگاہ کرم خدنگ نظر

نظر نے خدنگ نظر کو اعلا سے اعلا تر بنانے کے لیے طرحی مشاعروں کا انعقاد کیا تھا۔ جو لوگ مشاعروں میں اپنا کلام سناتے تھے وہ رسالے میں شائع ہوتا تھا۔ ۱۸۹۸ء میں ایک شاندار مشاعرہ ہوا تھا اس کی روداد ہم نے "گہوارہ" لکھنؤ میں مفصل بیان کی ہے۔

اقبال پہلی مرتبہ خدنگ نظر میں جنوری ۱۹۰۲ء میں جلوہ گر ہوئے۔ ان کی متعدد غزلیں خدنگ نظر میں میری نظر سے گزری ہیں۔ جاوید اقبال (زندہ رود حصہ اول پیش لفظ)، جناب محمد عبداللہ قریشی (تذکار اقبال صفحہ ۷۶)، جگن ناتھ آزاد (اقبال اور کشمیر صفحہ ۲۰) اور دیگر ماہرین اقبالیات کا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ محمد الدین فوق نے اقبال پر سب سے پہلا مضمون لکھا جو اپریل ۱۹۰۹ء میں کشمیری میگزین میں شائع ہوا تھا۔

ہماری رائے میں اقبال پر اولین مضمون لکھنے کا سہرا شیخ عبدالقادر اڈیٹر "مخزن" لاہور کے سر ہے۔ ان کا یہ مضمون دس صفحوں میں خدنگ نظر میں مئی ۱۹۰۲ء میں شائع ہوا تھا۔ مضمون کی ابتدا میں نظر کا ذیل کا تمہیدی نوٹ قابل ذکر ہے:

"ذیل میں مسٹر محمد اقبال صاحب ایم۔ اے کی شاعرانہ لائف درج ہے جو ہمارے نامور ہم عصر شیخ عبدالقادر بی۔ اے اڈیٹر مخزن کے تراوش قلم کا نتیجہ ہے۔ مسٹر موصوف کی لائف لکھنے کے لیے شیخ صاحب سے زیادہ تمام پنجاب میں دوسرا اہل قلم موزوں نہ تھا جو سخن فہمی میں پوری مہارت رکھتے ہیں۔ اسی لیے ہم نے معزز ہم عصر کو بار بار مجبور کیا کہ وہ اپنے قابل فخر دوست کے وہ شاعرانہ حالات قلم بند فرمائیں جو وقتاً فوقتاً ان کی نکتہ سنج نظر سے گزرتے رہے ہیں۔ اس لائف کے متعلق ہمیں اتنا جتا دینا ہے کہ یہ پرانے اصول تذکرہ سے بالکل جداگانہ ہے لیکن جدید فن یا گرافی کا کوئی پہلو فروگذاشت نہیں ہونے پایا ہے"۔

مضمون کے ساتھ اقبال کی جوانی کا خوب صورت فوٹو بھی چھپا تھا۔ علاوہ ازیں ایک نظم بعنوان "آفتاب سحر" بھی ۹ بند میں چھپی تھی۔ مضمون، نظم اور فوٹو کا ذکر شیخ عبدالقادر نے بطور اشتہار مخزن جلد ۳ نمبر ۵ (صفحہ ۳۹) بابت اگست ۱۹۰۲ء میں ان الفاظ میں کیا تھا:

"خدنگ نظر لکھنؤ کے ماہ مئی (۱۹۰۲ء) کے پرچے میں پنجاب کے نامور اور مقبول شاعر پروفیسر محمد اقبال صاحب ایم۔ اے کا فوٹو، سوانح عمری اور ممدوح کی ایک پرزور نظم شائع ہوئی ہے۔ سوانح عمری رسالہ مخزن کے اڈیٹر کی لکھی ہوئی ہے۔ اس کے ساتھ دیگر مضامین اور غزلیات بھی شامل ہیں۔ شائقین حضرات اس نمبر کو مع فوٹو صرف چار آنہ قیمت پر منگوا سکتے ہیں"۔

کلام اقبال خدنگ نظر میں جنوری ۱۹۰۲ء سے مئی ۱۹۰۳ء تک چھپتا رہا۔ جون ۱۹۰۳ء میں اقبال کی کوئی چیز نہیں چھپی۔ اس کے بعد مجھے اس رسالے کا کوئی شمارہ دستیاب نہ ہو سکا۔ غالباً جون سے ہی بند ہو گیا ہو۔

راقم کو خدنگ نظر میں اقبال کے وہ ۵۳ شعر دستیاب ہوئے جو اقبال کے کسی مجموعہ کلام میں نہیں ملتے ہیں۔ ان میں سے درج ذیل اشعار انتخاب کے طور پر پیش کیے جاتے ہیں: ۔

(۱) جنوری ۱۹۰۲ء۔ "شمع و پروانہ" ۱۳ شعر

وہ بات تجھ میں کیا ہے کہ یہ بے قرار ہے
جاں اس پہ ہوائے لذت خواب حرام ہے؟
بے اختیار سوز سے تیری بھڑک اٹھا
قسمت کا اپنی ان کے ستارہ چمک اٹھا
تھوڑی سی روشنی پہ فدا ہو رہا ہے یہ
اک نور ہے کہ جس میں فنا ہو رہا ہے یہ
پروانہ کیا ہے؟ اک دل ایذا طلب ہے یہ
عین وصال و سوز جدائی غضب ہے یہ

(۲) مئی ۱۹۰۲ء۔ "آفتاب سحر" ۹ بند

اے چرخ آسماں! اے آفتاب صبح دم
رستہ تیرا نہیں شرمندۂ نقش قدم
ابر میں چھپتا ہے تو ہے دل پہ ابر غم
یہ جو چشم تماشائی پہ گرتی ہے ستم
تو وہ مطلع ہے سر دیوان عالم کے لیے
خامۂ قدرت نے آب زر سے لکھا ہے جسے

(۳) اگست ۱۹۰۲ء۔ غزل ۱۰ شعر

یہ غزل اقبال کے کسی مجموعہ کلام میں مطلق نہیں۔ پہلی مرتبہ ہم تک خدنگ نظر سے پہنچی ہے۔ تفصیلات ہماری کتاب

۴؎ اقبال کا نادر رو جواب کلام — زیر طبع
کچرل اکادمی سری نگر ملاحظہ ہو۔ یہاں
صرف چند شعر درج کیے جاتے ہیں:

پاس والوں کو تو آخر دیکھنا ہی تھا مجھے
نادر کاکوروی نے دور سے دیکھا مجھے
اے حباب بحر اے پروردۂ طوفانِ موج
کچھ پتہ ملتا ہے تجھ سے اپنی ہستی کا مجھے
دل میں جو آتی ہے کرتا ہوں گو میں مجبور ہوں
کوئی سمجھے یا نہ سمجھے کچھ نہیں پروا مجھے
کس قدر تاریک تھی بیداری میری صبح نمود
آہ اس ظلمت نے مجھ سے بھی چھپا رکھا مجھے
حال دل کس سے کہوں نے لذت افشائے راز
ایک بھی اس دیس میں محرم نہیں ملتا مجھے
سجتے ہیں بے درد میری چشم تر پر خندہ زن
اے دل درد آشنا تو نے کیا رسوا مجھے
تو چلی آتی ہے کچھ صبح ازل سے اپنی آنکھ
جب سے رو تا ہوں کہ آج بھی نہ قرار دے مجھے
یاد دنیا کی کہاں باقی ہے اے اہل عدم
ہاں یوں ہی سایہ ہے کچھ اپنا مرا جا مجھے
بے بسیرا اک تنی ڈالی پہ مدت سے مگر
یاد آتا ہے پرانا آشیاں اپنا مجھے
موت ہے میری نظر میں میری دل کی موت ہے
کیوں زمانوں اس سے کہ مرکر بھی نہیں مرنا مجھے
جاتو نکلوں وادی ایمن میں ہیں بھی اے کلیم
لن ترانی کہہ رہے وہ شوخ بے پروا مجھے
وہ گئے شہر خموشاں میں تو یہ آئی صدا
وکز رنے والے! ٹھوکر سے مناجانا مجھے
کس غضب کا رنگ لائی ہے سیہ کاری مری
مغفرت نے بھی نہ روز حشر پہچانا مجھے
نادر و نیرنگ ہیں اقبال میرے ہمصفیر
ہے اسی تثلیث فی التوحید کا سودا مجھے

(۳) ستمبر ۱۹۰۳ء "عید ساعت کی ریگ"
۱۲ شعر

یہ نظم بھی اقبال کی کسی کتاب میں نہیں ہے۔ چند شعر درج کیے جاتے ہیں: —

اے دشت گرد صیداں اے ریگ سرخ صحرا
کس قدر جونے تھے سے دشت عرب بچھڑا
تیرے سکوت میں ہے سو داستاں پرانی
عہد کہن بھی گویا دیکھا ہوا ہے تیرا
اس دن کی یاد اب تک باقی ہے تیرے دل میں
کنعاں کا قافلہ جب سوئے حجاز آیا
دیکھے ہوئے ہیں تیرے فرعون کے سپاہی
تو ہو چکی ہے شاید پامال قوم موسیٰ
اے ریگ سرخ! تیرا ہر ذرہ کہہ رہا ہے
میں جانتا ہوں قصہ میدان کربلا کا
تو کر رہا ہے شاید بصرہ کے زائروں کی
بانگ درا سے تیرا ہر ذرہ ہے شناسا
طرز شعار شیشے سے تو نے سیکھی
جادو بن گئی تو اقلیم زندگی کی

(۵) مئی ۱۹۰۳ء نو—۱۸ شعر
ذیل کے شعر "بانگ درا" میں نہیں ملتے: —

شام نے آکر بچھا دیا پیچ مضمون شب
ہے لب جو فلک پر مصرع موزون شب

تھی قدرت سحر کہ کار کہیں ٹھوکر کی
جب سیاہی کر چکی ظلمت سیاہی پر ہوا
کاستہ سمسی بے ہاتھوں میں آیا دیکھنا
آسماں دریوزۂ ظلمت کو لگا دیکھنا
اے چراغ دودمان آفتاب خاوری
تیرے چشم تصور پر تری جادو گری
تو دو رہو ہے کہ پھر جس راہ منزل کے گرد
قیس کی صورت جیسے سنسان محمل کے گرد
سرمہ گوہر مری آنکھوں کو تری راہ سے ہے
اے سپہ نو! تو ہلال مطلع امید ہے
آرزوئے نور میں ہے صورت سیماب تو
تیری تجلی کے مٹنے ہے عجب بیتاب تو
چاہیے میری نگاہوں کو تو بھی چاندنی
لا کہیں سے ہالہ بن کے ایک چاندنی
فلسفہ یوں گی میرے وطن سے دور ہے
خاک ہندوستان کا ہر ذرہ سر پا طور ہے

حسرت موہانی جو کلام اقبال کے نکتہ چیں تھے، اپنے رسالہ "اردوئے معلیٰ" جلد ۳ نمبر ۲ بابت اگست ۱۹۰۳ء میں نظم کا ذکر "خدنگ نظر" کے حوالے سے کیا اور شعر نمبر ۱، ۲، ۳ اور ۷ (جو بانگ درا میں موجود ہیں) کے بارے میں لکھا ہے کہ:

"باعتبار خوبی ترکیب و تشبیہ اس نظم کے یہ چند شعر لاجواب ہیں"۔

حواشی:

۱؎ اقبال نے شعر میں دو ممتاز معاصرین کا ذکر کیا ہے ایک نادر کاکوروی (۱۸۶۷ء—۱۹۱۲ء) اور دوسرے نیرنگ انبالوی (۱۸۷۵—۱۹۵۳ء) کا۔ نادر نے اقبال کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اقبال کی ایک نظم ہے "رخصت اے بزم جہاں"۔ جو پہلی مرتبہ "دکن ریویو" حیدرآباد صفحہ ۲۳، بابت مارچ ۱۹۰۳ء اور پھر اسی مہینے میں کچھ ترمیموں کے ساتھ "مخزن" میں چھپی تھی۔ اس کا دوسرا شعر یہ ہے:

بزم میں شعر و دل ہوں اور محفل نہیں
تو جب قابل نہیں ہے میں تب قابل نہیں

نادر کی ایک نظم "شاعری" کے عنوان سے "مخزن" بابت اکتوبر ۱۹۰۵ء میں چھپی تھی۔ اس کے ساتویں شعر میں نادر نے اقبال کے مصرعہ سے استفادہ کر کے شعر یوں موزوں کیا ہے:

تو جب قابل نہیں ہے میں تب قابل نہیں
مجھ کو جو سامان ہیں درکار وہ حاصل نہیں

اقبال کی ایک نظم "شمع" کے عنوان سے "مخزن" جلد ۴ شمارہ ۳ (صفحہ ۷۵—۷۷) بابت دسمبر ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی۔ نادر نے اس سے متاثر ہو کر "شمع مزار" لکھی جو "خدنگ نظر" بابت جنوری ۱۹۰۳ء میں اشاعت پذیر ہوئی تھی مطلع ہے:

چھپی ہے کس سکوت میں شمع مزار تو
اے شمع کس شہید کی ہے یادگار تو

(بقیہ صفحہ 7 پر)

انجمن ترقی اردو (ہند) کے زیر اہتمام

بیسویں صدی میں اردو زبان و ادب، تہذیب اور صحافت: ایک جائزہ

کے موضوع پر

چار روزہ [۲۱ تا ۲۴ر جنوری ۲۰۰۰]

بین الاقوامی سیمنار

ہماری کوشش ہے کہ اس سیمنار میں بیسویں صدی میں اردو زبان و ادب، تہذیب اور صحافت کے تمام پہلوؤں کا اس طرح جائزہ لیا جائے کہ پوری بیسویں صدی میں اردو کی ترقی، فروغ اور اس کے مسائل کی پوری تصویر ذہن میں آجائے۔

افتتاحی جلسہ

سیمنار کے افتتاحی جلسے کی صدارت پروفیسر جگن ناتھ آزاد فرمائیں گے، پروفیسر اخلاق الرحمٰن قدوائی (سابق گورنر بہار) سیمنار کا افتتاح کریں گے اور جناب سید مظفر حسین برنی (سابق گورنر ہریانہ) مہمان خصوصی ہوں گے۔

کتابوں کی رسم اجرا

جناب پرویز ہاشمی (وزیر برائے ٹرانسپورٹ حکومت دہلی) محترمہ وسیم بیگم کی کتاب "بیسویں صدی میں اردو غزل"، پروفیسر جگن ناتھ آزاد ڈاکٹر کاظم علی خاں کی کتاب "توقیت غالب"، پروفیسر اخلاق الرحمٰن قدوائی پروفیسر عبدالمغنی کی کتاب "غالب کامل" اور جناب سید مظفر حسین برنی محترمہ شمیم جہاں کی کتاب "اشاریہ غالب" کی رسم اجرا ادا کریں گے۔

سیمنار کے مقالہ نگار، آبزرور اور بحث میں شریک ہونے والے حضرات کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

(۱) جناب اقبال مرزا [لندن]، (۲) جناب سعید انجم [ناروے]، (۳) جناب ولی عالم شاہین [کینیڈا]، (۴) جناب شاہین نظر [کینیڈا]، (۵) جناب سید عاشور کاظمی [لندن]، (۶) جناب عبداللہ مدنی [نیپال]، (۷) جناب عطاء الرحمٰن صدیقی [قطر]، (۸) جناب محمد رحمت اللہ ندوی [قطر]، (۹) پروفیسر زام سلطنی [بنگلہ دیش]، (۱۰) ڈاکٹر کلثوم ابوالبشر [بنگلہ دیش]، (۱۱) جناب حمید جہاروف [ازبکستان]، (۱۲) جناب عبدالرشید [افغانستان]، (۱۳) پروفیسر گوپی چند نارنگ [دہلی]، (۱۴) پروفیسر آفاق احمد (بھوپال)، (۱۵) ڈاکٹر راج بہادر گوڑ [حیدرآباد]، (۱۶) جناب منوہر راج سکسینہ ایڈوکیٹ [حیدرآباد]، (۱۷) جناب عبدالرحیم خاں [حیدرآباد]، (۱۸) پروفیسر نثار احمد فاروقی [دہلی]، (۱۹) پروفیسر صدیق الرحمٰن قدوائی [دہلی]، (۲۰) ڈاکٹر اسلم پرویز [دہلی]، (۲۱) ڈاکٹر خلیق انجم [دہلی]، پروفیسر قمر رئیس [دہلی]، (۲۲) ڈاکٹر وقار الحسن صدیقی [رامپور]، (۲۳) ڈاکٹر کاظم علی خاں [لکھنؤ]، (۲۴) پروفیسر سید عقیل الرحمٰن [علی گڑھ]، (۲۵) جناب کشمیری لال ذاکر [چنڈی گڑھ]، (۲۶) پروفیسر محمد صابرین [دہلی]، (۲۷) پروفیسر عبدالودود اظہر [دہلی]، (۲۸) پروفیسر تنویر احمد علوی [دہلی]، (۲۹) جناب سید شریف الحسن نقوی [دہلی]، (۳۰) پروفیسر نصیر احمد خاں [دہلی]، (۳۱) جناب ابوالفیض سحر [دہلی]، (۳۲) ڈاکٹر قیصر شمیم [دہلی]، (۳۳) جناب شہباز حسین [دہلی]، (۳۴) پروفیسر یونس اگاسکر [ممبئی]، (۳۵) پروفیسر ظہور الدین [جموں]، (۳۶) پروفیسر ابوالکلام قاسمی [علی گڑھ]، (۳۷) جناب خواجہ سید محمد یونس [لکھنؤ]، (۳۸) جناب نیر مسعود [لکھنؤ]، (۳۹) ڈاکٹر خالد حسین [میرٹھ]، (۴۰) جناب ش۔ ک۔ نظام [جودھپور]، (۴۱) ڈاکٹر رشید عبدالحمید [چنڈی گڑھ]، (۴۲) جناب نامی انصاری [کانپور]، (۴۳) پروفیسر اشرف رفیع [حیدرآباد]، (۴۴) ڈاکٹر فاطمی [حیدرآباد]، (۴۵) جناب عبدالحی ندیم [علی گڑھ]، (۴۶) جناب رفعت سروش [نوئیڈا]، (۴۷) جناب انجم عثمانی [دہلی]، (۴۸) ڈاکٹر شیخ فیروز زیدی [دہلی]، (۴۹) ڈاکٹر شریف حسین قاسمی [دہلی]، (۵۰) پروفیسر اصغر عارفی [دہلی]، (۵۱) ڈاکٹر امین کنول [دہلی]، (۵۲) ڈاکٹر وسیم بیگم [دہلی]، (۵۳) جناب محمد کاظم [دہلی]، (۵۴) ڈاکٹر شعیب رضا خاں وارثی [دہلی]، (۵۵) ڈاکٹر رضیہ حامد [نوئیڈا]، (۵۶) جناب بشیر احمد [دہلی]، (۵۷) ڈاکٹر محمد مظفر الدین فاروقی، (۵۸) جناب خاور نجیب [کٹک]، (۵۹) جناب قاضی عبیدالرحمٰن ہاشمی [دہلی]، (۶۰) جناب شاہد ماہلی [دہلی]، (۶۱) محترمہ شمیم جہاں [دہلی]، (۶۲) محترمہ نسرین [دہلی]، (۶۳) ڈاکٹر مرتضیٰ کریم [دہلی]، (۶۴) ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن صدیقی [سوپور]، (۶۵) جناب راشد انور [دہلی]، (۶۶) جناب سید فرخ جلالی [علی گڑھ]، (۶۷) ڈاکٹر مظہر مہدی [دہلی]، (۶۸) ڈاکٹر صادقہ ذکی [دہلی]، (۶۹) ڈاکٹر علی احمد [دہلی]، (۷۰) محترمہ نجمہ خاں [دہلی]، (۷۱) ڈاکٹر اسلام عشرت [پٹنہ]، (۷۲) ڈاکٹر شکیل احمد [دہلی]، (۷۳) جناب سید جمالی [کٹک]، (۷۴) جناب شمس تبریزی [چنڈی گڑھ]، (۷۵) جناب معظم علی [بے پور]، (۷۶) ڈاکٹر خورشید احمد [علی گڑھ]، (۷۷) جناب شکیل احمد [علی گڑھ]، (۷۸) جناب محمد حبیب خاں [چنڈی گڑھ]، (۷۹) ڈاکٹر امتیاز احمد [علی گڑھ]، (۸۰) ڈاکٹر محمد شاہد حسین [دہلی]، (۸۱) پروفیسر عبدالمغنی [پٹنہ]، (۸۲) پروفیسر ظہیر احمد صدیقی [علی گڑھ]، (۸۳) ڈاکٹر علی احمد فاطمی [الہ آباد]، (۸۴) ڈاکٹر مولا بخش [دہلی]۔

ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ کے اردو قلمی نسخے

ڈاکٹر رئیس انور (شعبۂ اردو ایل۔ این متھلا یونیورسٹی، کامیشور نگر، دربھنگہ۔ 846004)

ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ علوم و السنۂ شرقیہ کا ایک قدیم ادارہ ہے، جو سر ولیم جونس جیسے علم دوست کی کوششوں اور ایسٹ انڈیا کمپنی کی سرپرستی سے ۱۵ / جنوری ۱۷۸۴ء کو وجود میں آیا۔ ابتداً اس کی تمام سرگرمیاں فورٹ ولیم کے سپریم کورٹ کے اس کمرے تک محدود تھیں جس میں سر ولیم جونس ڈپٹی منصف کی حیثیت سے بیٹھا کرتے تھے۔ اسی میں انھوں نے کلکتہ کی یورپی برادری اور علم پرور ہندوستانیوں کی دی ہوئی کتابیں اور قلمی نسخے جمع کیے اور ۱۷۸۰ء کے وسط میں سوسائٹی کا ایک جرنل Asiatick Miscellany بھی جاری کیا جس کے مشمولات میں تعارفی، تحقیقی اور علمی نوعیت کے مضامین ہوا کرتے تھے۔

۱۸۰۸ء میں ایشیاٹک سوسائٹی ایک الگ عمارت میں منتقل ہوئی تو ایک باقاعدہ تحقیقی اور مطالعہ جاتی ادارہ بن کر ابھری۔ ٹیپو سلطان کے محل سے حاصل کیے ہوئے نادر قلمی نسخوں اور فورٹ ولیم کالج تیز تکمیل تعلیمات سے خاصی تعداد میں کتابوں اور قلمی نسخوں کی آمد سے اسے نئی جہت ملی۔ بیرونی اور برصغیر کی مشرقی زبانوں اور بولیوں کے مختلف الانواع نسخوں کا گراں قدر ذخیرہ ہوگیا۔ انگریزی، چینی، تبتی، برمی، سامی، عربی، فارسی، ترکی، پشتو، سنسکرت، اردو، ہندی، پنجابی، بنگالی، گورمکھی، کنڑ، تلگو، مراٹھی وغیرہ کی کتابیں اور قلمی نسخے اکٹھا کرنے پر بھی توجہ دی گئی۔ ایک حصے میں میوزیم بنایا گیا جہاں نقش، سکے، تصویریں، مجسمے وغیرہ رکھے گئے۔

انیسویں صدی کے نصف اول تک ایشیاٹک سوسائٹی یورپی برادری کے لیے مخصوص تھی۔ اس کی مجلس عامہ، کونسل اور منتظمہ میں انگریز تھے لیکن ۱۸۶۰ء میں نواب عبداللطیف (معروف اردو تذکرہ "سخن شعرا" کے مولف عبدالغفور نساخ کے بڑے بھائی) مجلس عامہ کے رکن بنائے گئے اور بعد میں کونسل کی بھی نامزد ہوئے۔ اسی دوران ڈاکٹر راجندر لال مترا (اردو تذکروں "منتخب التذکرہ" اور "گلشن دلکشا" کے مولف جنم جی مترا اران کے بڑے بیٹے) سوسائٹی کے پہلے ہندوستانی سکریٹری اور لائبریرین مقرر ہوئے۔

سوسائٹی میں موجود کتابوں اور قلمی نسخوں کی فہرستیں گاہے گاہے ترتیب دی جاتی رہیں۔ پہلی فہرست نومبر ۱۸۳۰ء میں کلکتہ سے چھپی تھی بعد کی فہرستوں کی طباعت کا علم نہیں ہوتا لیکن ریکارڈ سے ان کی ترتیب کا پتا چلتا ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ انیسویں صدی کے اواخر سے سنسکرت اور بنگالی پر خاص دھیان دیا گیا اور مقابلتاً اردو نہ صرف پیچھے رہ گئی بلکہ اردو کی چند کتابیں اور قلمی نسخے ضائع ہوگئے۔ بہر حال اب سوسائٹی میں اردو کے قلمی نسخوں کے اندراجات تین ذیلی یا Collection کے تحت ہیں اور ان کی کل تعداد ایک سو اکتیس (131) ہے۔ چند نسخوں کے نام اور شمار نمبر رجسٹر میں درج ہیں لیکن تلاش بسیار کے باوجود ان کا پتا نہ چل سکا۔ ہو سکتا ہے انھیں دوسری زبان کے قلمی نسخوں کے ساتھ رکھ دیا گیا ہو۔ سوسائٹی کے رجسٹر کے مطابق موجود قلمی نسخوں کے اندراجات نیچے نقل کیے گئے ہیں:

	قلمی نسخے کا نام	مصنف / مولف	شمار نمبر
(۱)	دیوان مسرور	نواب الٰہی بخش خاں	17
(۲)	نو طرز مرصع	عطا حسین خاں تحسین	49
(۳)	ذکر الشہادت	عطا حسین خاں تحسین	125
(۴)	تاریخ قرابتی	عطا حسین خاں تحسین	132
(۵)	ترجمہ بھگوت (گیتا)	عطا حسین خاں تحسین	163
(۶)	مثنوی بے نظیر	عطا حسین خاں تحسین	183
(۷)	ترجمہ بہار دانش	عطا حسین خاں تحسین	210
(۸)	طوطی نامہ	عطا حسین خاں تحسین	220
(۹)	قصہ حاتم طائی	عطا حسین خاں تحسین	244
(۱۰)	حکایت عاشقاں	محمد بخش گورکھپوری	418
(۱۱)	ترجمہ نور الانوار	حاتم علی مہر	419
(۱۲)	تقویۃ الایمان	مولوی اسمٰعیل	420
(۱۳)	قصہ خسرو دین عجم	مولوی اسمٰعیل	425
(۱۴)	دیوان فدوی	مولوی اسمٰعیل	429
(۱۵)	دیوان برق	برق لکھنوی	431
(۱۶)	دیوان مہر		432
(۱۷)	دیوان مہر	امیر فقیر محمد خاں گویا	433
(۱۸)	کلیات جرأت	امیر فقیر محمد خاں گویا	434
(۱۹)	دیوان جرأت	امیر فقیر محمد خاں گویا	[illegible]
(۲۰)	قصائد سودا	امیر فقیر محمد خاں گویا	451
(۲۱)	اِراس نامہ	امیر فقیر محمد خاں گویا	500
(۲۲)	شرح محمدی	محمد خاں	374
(۲۳)	باغ و بہار	تجلی	755
(۲۴)	تحفۃ العوام	تجلی	760
(۲۵)	کلیات نادر	تجلی	763
(۲۶)	مظہر العجائب	تجلی	766
(۲۷)	حسن و عشق	غلام حیدر	771
(۲۸)	شمس ظفر	غلام حیدر	793
(۲۹)	منتخبات	غلام حیدر	811
(۳۰)	چہار ارکان	غلام حیدر	825
(۳۱)	رسالہ مثنوی	غلام حیدر	837
(۳۲)	تاریخ و دیوان و بیاض	غلام حیدر	847
(۳۳)	مثنوی رنگین	غلام حیدر	886
(۳۴)	دیوان صادق	غلام حیدر	911
(۳۵)	مجموعہ واسوخت	غلام حیدر	913
(۳۶)	بیاض	غلام حیدر	914
(۳۷)	دیوان درد	میر درد	945
(۳۸)	کلیات میر حسن	میر درد	967
(۳۹)	کلیات سودا	میر درد	969
(۴۰)	سوانح ذوقی عبدالغفور	عبدالغفور نساخ	974
(۴۱)	دیوان نادر	محمد یار خاں نادر	987
(۴۲)	بیاض	محمد یار خاں نادر	991
(۴۳)	کلیات میر تقی	محمد یار خاں نادر	996
(۴۴)	کلیات نعت	محمد یار خاں نادر	997
(۴۵)	دیوان راسخ	محمد یار خاں نادر	998
(۴۶)	دیوان قلق	محمد یار خاں نادر	999
(۴۷)	لطیفہ	محمد یار خاں نادر	1002
(۴۸)	دیوان حمید	محمد یار خاں نادر	1007
(۴۹)	تذکرہ شعرائے اردو (مجموعۃ الاردو)	محمد یار خاں نادر	1013
(۵۰)	دیوان فغانی	محمد یار خاں نادر	1014
(۵۱)	بیاض	محمد یار خاں نادر	1016
(۵۲)	دیوان قمر	محمد یار خاں نادر	1021
(۵۳)	دیوان فدوی	محمد یار خاں نادر	1022
(۵۴)	دیوان نصیر	محمد یار خاں نادر	1023
(۵۵)	قصیدہ کوچہ	؟	1085
(۵۶)	شجرہ اشرف	محمد یار خاں نادر	1107
(۵۷)	دیوان شاداں	ٹھاکر پرشاد شاداں	1110
(۵۸)	بدر منیر	ٹھاکر پرشاد شاداں	1141
(۵۹)	مثنوی میر حسن	ٹھاکر پرشاد شاداں	1178
(۶۰)	مثنوی عبدالحلیم	(حصہ اول)	1287
(۶۱)	مثنوی عبدالحلیم	(حصہ دوم)	1298
(۶۲)	مثنوی عبدالحلیم	(حصہ سوم)	1299
(۶۳)	دیوان گوہر		1300
(۶۴)	طلسم الفت	خلیل (آگرہ) (حصہ اول)	1301
(۶۵)	طلسم الفت	حصہ دوم	1302
(۶۶)	دیوان ذرہ	شکل (اکبرآبادی) (اول)	1310
(۶۷)	دیوان ذرہ	شکل (اکبرآبادی) (دوم)	1311
(۶۸)	دیوان اختر		63
(۶۹)	مثنوی سراپا سوز	قاضی محمد صادق اختر	218
(۷۰)	دیوان ممنون ۱۲۱۸ھ	میر نظام الدین ممنون	37
(۷۱)	دیوان حسن ۱۱۸۹ھ	خواجہ ابوالحسن حسن	38
(۷۲)	دیوان تجلی	میاں سادی تجلی	39
(۷۳)	دیوان رند	رند	40
(۷۴)	دیوان واقف ۱۲۰۳ھ	واقف	41
(۷۵)	دیوان گلشن ۱۲۱۹ھ	گلشن (مرشدآبادی)	42
(۷۶)	دیوان مجرم	مجرم	44
(۷۷)	دیوان ہما	چھاؤ خاں ہما	45
(۷۸)	دیوان آبرو	شاہ مبارک آبرو	46
(۷۹)	دیوان المسرور	میر علی المسرور	48
(۸۰)	دیوان ولا	مظہر علی خاں ولا	50
(۸۱)	دیوان محبت ۱۱۹۹ھ	نواب محبت خاں محبت	51
(۸۲)	دیوان یقین	انعام اللہ خاں یقین	52
(۸۳)	دیوان قدرت	شاہ قدرت اللہ قدرت	53
(۸۴)	دیوان ذکی	سید محمد شاکر ذکی	54
(۸۵)	دیوان احسن ۱۲۲۸ھ	محمد احسن	55
(۸۶)	دیوان جہاں ۱۲۲۷ھ	بینی نرائن	56
(۸۷)	دیوان سوز ۱۲۱۹ھ	سید محمد میر	57
(۸۸)	دیوان کبیر	کبیر	58
(۸۹)	دیوان آصف الدولہ	آصف الدولہ	60
(۹۰)	دیوان قائم مع مثنوی	قیام الدین	61
(۹۱)	دیوان جسونت ۱۲۲۸ھ	راجا جسونت سنگھ عرف ...	62
(۹۲)	دیوان شاہ علی گجراتی	شاہ علی گجراتی	64
(۹۳)	کلیات جعفر زٹلی ۱۲۰۶ھ	جعفر زٹلی	66(a)
(۹۴)	پنجۂ فیض ۱۲۱۹ھ	میر حسین اللہ بن فیض	71
(۹۵)	دیوان فدوی ۱۲۲۸ھ	سید لطف علی فدوی	63
(۹۶)	قرآن مجید (ترجمہ)	سعادت یار خاں رنگین	73
(۹۷)	تذکرہ شعرائے اردو	شیخ علی گردیزی	16
(۹۸)	تذکرہ مصحفی	شیخ غلام ہمدانی مصحفی	17
(۹۹)	آرائش محفل ۱۲۱۹ھ	حیدر بخش حیدری	18&108
(۱۰۰)	گلزار ابراہیم	علی ابراہیم خاں (خلیل)	15
(۱۰۱)	دہ مجلس	فضلی محمد فضل	26
(۱۰۲)	گلشن ہند ۱۲۲۲ھ	لطف	75
(۱۰۳)	ہفت پیکر	حیدر بخش حیدری	76
(۱۰۴)	جلوۂ ... ۱۲۲۲ھ	غلام حسین	78
(۱۰۵)	مثنوی پھول بن	نشاطی	80
(۱۰۶)	مثنوی طوطی نامہ	سید غواصی	81
(۱۰۷)	ساقی نامہ	تیغ	84
(۱۰۸)	مثنوی بے نظیر	میر حسن	85
(۱۰۹)	قصہ بہرام گور ... ۱۰۸۱ھ		98
(۱۱۰)	قصہ طوطی نامہ		100
(۱۱۱)	یوسف زلیخا ۱۲۰۳ھ		107
(۱۱۲)	بہار عشق	نور علی والد سید قمر علی	108
(۱۱۳)	اثر عشق ۱۲۳۵ھ	سید منصور علی ابن سید امام بخش	110
(۱۱۴)	بہار گلشن	بنی نرائن دہلوی	111
(۱۱۵)	گلشن ۱۲۲۸ھ	باسط خاں باسط	112
(۱۱۶)	گلزار دانش ۱۲۱۸ھ	حیدر بخش حیدری	113
(۱۱۷)	حسن اخلاق ۱۲۱۵ھ	میر ابوالقاسم خاں	114
(۱۱۸)	حسن و عشق ۱۲۱۸ھ	غلام حیدر عزت	115
(۱۱۹)	اخلاق ہندی ۱۲۱۹ھ	میر بہادر علی حسینی	116
(۱۲۰)	جذب عشق ۱۲۲۲ھ	حسینی شاہ	117
(۱۲۱)	گل و صنوبر ۱۲۱۷ھ	خلیفہ محمد	118
(۱۲۲)	مذہب عشق ۱۲۱۷ھ	نہال چند لاہوری	119
(۱۲۳)	نثر بے نظیر ۱۲۲۵ھ	میر بہادر علی حسینی	121
(۱۲۴)	نو طرز مرصع	محمد عطا حسین خاں تحسین	122
(۱۲۵)	قصہ ملک اختر	نور خاں	123
(۱۲۶)	قصہ دل آرام و دلربا		124
(۱۲۷)	بیاض ۱۲۰۲ھ		133
(۱۲۸)	دیوان محو	محو	135
(۱۲۹)	دیوان راغب	محمد راغب	137
(۱۳۰)	منتخب التذکرہ	(جنم جی مترا اران)	II 133 III L
(۱۳۱)	گلشن ہند	حیدر بخش حیدری	L 54 III

یہاں ایشیاٹک سوسائٹی کے ریکارڈ کی ہو بہو نقل پیش کردی گئی ہے جس کا مقصد اہل علم کو بنیادی معلومات فراہم کرنا یا ان کی تجدید ہے۔ قلمی نسخوں کے مصنف / مرتب / مترجم کے نام اور زمانے، کاتب اور زمانۂ کتابت کے ساتھ ساتھ نسخوں کی کیفیت وغیرہ کی چھان بین فی الحال جاری ہے۔ ●●

اردو دُنیا

سرکاری ٹیلی ویژن کا مسلسل پروگرام اردو میں بھی لازماً ہونا چاہیے

اس نئے سلسلے کے اعلان میں اردو کو حذف کرنے پر صدر انجمن ترقی اردو بہار کا احتجاج

پٹنہ (ڈاک سے) ۱۹؍دسمبر ۱۹۹۹ء۔ کل شب میں ڈی ڈی ون پر حکومت ہند کے متعلقہ وزیر کے اس اردو دشمن بیان پر صدر انجمن ترقی اردو بہار پروفیسر عبدالمغنی نے احتجاج کرتے ہوئے سخت غم و غصے کا اظہار کیا کہ جنوبی اور مشرقی ہند کی پانچ زبانوں میں مسلسل پروگرام نشر کیے جائیں گے، مگر ان زبانوں کی فہرست سے اردو کا نام غائب ہے۔ جب کہ وہ نہ صرف دستور میں درج ایک قومی اور بہار نیز اتر پردیش کی دوسری سرکاری زبان ہے بلکہ ہندوستانی کے نام سے یونسکو کے تازہ ترین اعداد و شمار میں بولنے والوں کی کثرت کے اعتبار سے دنیا کی دوسری بڑی زبان، ساتھ ہی آزاد ہندوستان میں رابطے کی واحد عوامی زبان ہے، جس میں ہی ٹی وی کے زیادہ تر مقبول عام سیریل نشر کیے جاتے ہیں۔

اس سلسلے میں صدر جمہوریہ اور وزیر اعظم کو تار دیتے ہوئے پروفیسر عبدالمغنی نے انجمن ترقی اردو (ہند) سے جس کی عاملہ کے وہ ایک پرانے اور اہم رکن ہیں، مطالبہ کیا ہے کہ وہ مسلسل ٹی وی پروگرام میں اردو کے اضافے کے لیے تحریک چلائے تاکہ حکومت ہر تحتی کے ساتھ اردو کو ہندی کا ایک لاحقہ بنا کر ختم کر دے اور "ہندی، ہندو، ہندوستان" کی تفرقہ انگیز سازش کامیاب ہو۔

صدر انجمن نے بہار کے تمام اردو دوستوں سے اپیل کی ہے کہ وہ بھی تار، خط، جلسے اور اخباری بیان کے ذریعے صدر جمہوریہ اور وزیر اعظم وغیرہ سے مطالبہ کریں کہ بلا تاخیر اردو بخط فارسی کو بھی ٹی وی کے لگاتار قومی پروگرام میں لازماً شامل کیا جائے۔

(پریس ریلیز انجمن ترقی اردو بہار)

انجمن ترقی اردو چھتر پور کی تشکیل

چھتر پور (ڈاک سے) پروفیسر عبدالباقی جبل پوری کے مشورے سے چھتر پور (مدھیہ پردیش) میں انجمن ترقی اردو کی شاخ قائم کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں چھتر پور کے اردو دوست حضرات کا ایک جلسہ ۳؍دسمبر ۱۹۹۹ء کو ڈاکٹر نیاز صدیقی کے مکان پر منعقد ہوا جس میں بہ اتفاق رائے فیصلہ کیا گیا کہ چھتر پور میں انجمن ترقی اردو کی شاخ قائم کی جائے۔ جلسے کی صدارت جناب مولانا ممتاز نے فرمائی۔

اس موقع پر حسب ذیل عہدے داروں اور اراکین مجلس عاملہ کا انتخاب بھی عمل میں آیا:

صدر: جناب عبدالسلام، نائب صدر: جناب حشمت علی، جنرل سکریٹری: ڈاکٹر نیاز احمد صدیقی، خازن: جناب سعید بخش، اراکین مجلس عاملہ: جناب حاجی بابو بھائی، جناب محمد ابراہیم، جناب رفیق احمد خاں، جناب محمد نصیر منصوری، جناب مولانا ممتاز، جناب قاضی اشفاق حسین، اور جناب ایوب خاں۔

(ڈاکٹر نیاز احمد صدیقی)

اردو کا وقار بحال کرنے کے لیے حکومت مہاراشٹر کی یقین دہانی

بیڑ۔ نئی سرکار مہاراشٹر میں اردو زبان کو اس کا وقار بحال کرنے میں ہر ممکن کوشش کرے گی اس طرح کا یقین ریاستی وزیر صنعت و پارلیمانی امور جناب جے دت شیر ساگر نے مہاراشٹر راجیہ اردو شکشک سنگھٹن کے وفد کو دیا ہے۔ اس وفد کی قیادت بیڑ کے ممبر اسمبلی جناب سید سلیم کر رہے تھے۔ وفد کے ممبران سے بات چیت کرتے ہوئے جے دت شیر ساگر نے کہا کہ اردو زبان سے ان کی ذاتی دلچسپی ہے اور اردو کو روزی روٹی کی زبان بنانے کے لیے وہ عنقریب دیگر وزرا سے بھی تبادلہ خیال کرنے والے ہیں۔

مراٹھواڑہ میں اردو زبان کی ترقی کے مواقع کے تعلق سے انھوں نے کہا کہ اورنگ آباد، پربھنی، بیڑ اور ناندیڑ کے علاوہ دیگر اضلاع کے اردو اسکولوں کا جائزہ لے کر انھیں مدد پہنچانے کا لائحہ عمل تیار کیا جائے گا۔ اردو اور مسلمانوں کی ترقی کے معاملے پر انھوں نے کہا کہ وہ ذاتی طور پر آندھرا پردیش حکومت کی ان فلاحی اسکیموں کا جائزہ لے رہے ہیں جس سے اقلیتوں کو فائدہ پہنچایا جاسکتا ہے۔ وفد کے ہمراہ ریاستی صدر جاوید علی، سکریٹری ذکی الدین و دیگر ممبران بھی تھے۔ (انقلاب۔ ممبئی)

اردو ملازمین کے عہدے جلد مستقل ہوں گے

پٹنہ۔ بہار اسٹیٹ راج بھاشا اردو ملازمین یونین نے ریاست کے ضلع، سب ڈویژن اور بلاک دفاتر میں اردو مترجمین، نائب مترجم اور اردو ہندی ٹائپسٹ کے 846 غیر مستقل عہدوں کے مقابلے 622 بھرے ہوئے غیر مستقل عہدوں کو مستقل کرنے سے متعلق جلد ہی حکم نامہ جاری کیے جانے کا امکان ظاہر کیا ہے۔ یونین کے دعوے کے مطابق مستقل کیے جانے سے متعلق حکم نامہ جاری ہوتے ہی متعلقہ تمام اردو ملازمین کی ستمبر ۱۹۹۹ء سے بند تنخواہ کی ادائیگی کا راستہ ہموار ہو جائے گا۔ بتایا جاتا ہے کہ محکمہ راج بھاشا کے سکریٹری جناب بے کمار ورما کے دستخط سے جلد ہی مذکورہ لیٹر جاری ہو جانے کا قوی امکان ہے۔

(قومی تنظیم۔ پٹنہ)

اردو میڈیم ہائی اسکول میں اساتذہ کے تقررات کا مطالبہ

بھیونڈی۔ جناب محمد سعید الدین سکریٹری انجمن ترقی اردو بھیونڈی نے صحافتی بیان میں اردو مدارس میں اساتذہ کی خالی اسامیوں پر تقررات کا مطالبہ کیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ انجمن ترقی اردو بھیونڈی گزشتہ کئی سال سے سرکاری مدارس خصوصاً اردو مدارس میں اساتذہ کی خالی اسامیوں کی نشان دہی کرتے ہوئے ضلعی ارباب مجاز سے تقررات کے لیے نمائندگی کرتی آرہی ہے۔ اس ضمن میں حکومت نے گزشتہ سال تعلیمی کمیٹیوں کا قیام عمل میں لاتے ہوئے کمیٹی کو تعلیمی کارکردگی اور معیار کو برقرار رکھنے کے لیے اقدامات کرنے اور کسی اسکول میں مضمون وار اساتذہ کی خالی اسامیوں پر عارضی تقررات کے لیے مجاز گردانا ہے۔ باوجود اس کے اساتذہ کی خالی اسامیوں پر تقررات کا مسئلہ حل نہیں ہوا۔ انھوں نے ریاستی حکومت اور وزیر اعلا تعلیم سے اپیل کی ہے کہ وہ اس خصوص میں ضروری اقدامات کرتے ہوئے خالی اسامیوں پر تقررات عمل میں لائیں۔

(سیاست۔ حیدر آباد)

دہلی یونیورسٹی اردو اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کا قیام عمل میں لایا جائے گا اور ڈائرکٹری بھی تیار کی جائے گی۔ پروفیسر عتیق اللہ

دہلی (ڈاک سے) پروفیسر عتیق اللہ نے ایک پریس کانفرنس میں بتایا کہ گزشتہ کئی برسوں سے دہلی یونیورسٹی اردو اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کے قیام کی شدت سے ضرورت محسوس کی جارہی تھی۔ دہلی یونیورسٹی کا شعبۂ اردو ہندوستان کے قدیم ترین شعبوں میں سے ایک ہے جہاں کے فارغ التحصیل طلبہ کی ایک کثیر تعداد ہندوستان کی مختلف جامعات، کالجوں اور دیگر سرکاری و نیم سرکاری اداروں میں اعلا مناصب پر فائز ہیں۔ پروفیسر عتیق اللہ نے یہ بھی وضاحت کی کہ اس ضمن میں شعبۂ اردو ایک ڈائرکٹری بھی تیار کر رہا ہے جس کے لیے اولڈ بوائز سے درخواست کی گئی ہے کہ اپنا مختصر سوانحی خاکہ، فون نمبر اور پتہ کے ساتھ دہلی یونیورسٹی شعبۂ اردو کو جلد از جلد روانہ کریں تاکہ اس کام کی تکمیل پر ایسوسی ایشن کا پہلا سالانہ اجلاس منعقد کیا جائے اور اسی میں اس کی رونمائی بھی عمل میں لائی جائے۔

(پریس ریلیز شعبۂ اردو دہلی یونیورسٹی)

مروان علی خاں نشاط کے شعری مجموعے "سرود رفتہ" کا اجرا

اکولہ (ڈاک سے) جناب مروان علی خاں نشاط کے شعری مجموعے "سرود رفتہ" کی تقریب رونمائی برار مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے زیر اہتمام اسکاؤٹ ہال وسنت دیسائی اسٹیڈیم اکولہ میں جسٹس قاضی محمد مجیب الدین (ناگپور) کے ہاتھوں انجام پائی۔ صدارت ایڈوکیٹ قاضی محمد علی نے فرمائی جب کہ نظامت کے فرائض افواہ احمد نشتر صاحب نے انجام دیے۔ ڈاکٹر محبوب راہی نے نشاط صاحب کی شاعری پر اظہار خیال کیا۔

عازم امراؤپوری کے شعری مجموعے "قطرہ، آنسو، شبنم" کا اجرا

منّے خاں عازم امراؤپوری کا شعری مجموعہ "قطرہ، آنسو، شبنم" کی رسم اجرا کے سلسلے میں ایک تقریب ڈاکٹر محبوب راہی کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ اجرا کی رسم جناب سلیم شہزاد مالیگانوی کے ہاتھوں انجام پائی۔ ڈاکٹر محبوب راہی، جناب سلیم شہزاد اور جناب مصطفیٰ جمیل بالاپوری نے "قطرہ، آنسو، شبنم" پر روشنی ڈالتے ہوئے منّے خاں عازم کے شعری رجحانات اور فکری میلانات پر روشنی ڈالی۔

فہرست رائے دہندگان اردو میں جاری کرنے کا مطالبہ

عادل آباد۔ تلگو دیشم اقلیتی قائد جناب محمد اخلاق نے اپنے ایک بیان میں ریاستی حکومت پر زور دیا کہ وہ عادل آباد کی فہرست رائے دہندگان (ووٹر لسٹ) کو اردو میں شائع کرے۔ اس لیے کہ خود حکومت نے ضلع عادل آباد میں بھی اردو کو دوسری سرکاری زبان قرار دیا ہے اور اس ضمن میں باضابطہ احکامات کی اجرائی کے بعد بھی کوئی اقدامات نہیں کیے جارہے ہیں۔ فوری طور پر نظر ثانی شدہ فہرست رائے دہندگان کو اردو میں شائع کیا جانا چاہیے۔

(منصف۔ حیدر آباد)

ادارہ نیا سفر کے زیر اہتمام ادبی مذاکرے کا انعقاد

گزشتہ ۵؍دسمبر ۱۹۹۹ء کو ادارہ نیا سفر کی جانب سے "جدید اردو نظم اندیشے اور امکانات، 'شام دھنک رنگ' کے تناظر میں" کے موضوع پر ایک مذاکرہ کا انعقاد کیا گیا جس میں دہلی یونیورسٹی کے صدر شعبۂ اردو پروفیسر عتیق اللہ کو بطور مہمان خصوصی مدعو کیا گیا۔ مہمان خصوصی کا تعارف پیش کرتے ہوئے ڈاکٹر علی احمد فاطمی نے کہا کہ پروفیسر عتیق اللہ کی پہچان اردو ادب میں ایک سنجیدہ اور جدید لب ولہجے کے شاعر اور ناقد کی ہے اور انھوں نے تنقید کی دنیا میں ایک ممتاز اور نمایاں مقام حاصل کیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہم ہر سال دسمبر کے پہلے ہفتے میں احتشام حسین یادگاری خطبہ کا انعقاد کرتے ہیں لیکن اس مرتبہ ہم نے اس میں تھوڑی سی تبدیلی کی ہے اور آج کا مذاکرہ اسی یادگاری خطبہ کی ایک کڑی ہے۔ انھوں نے کہا کہ پروفیسر سید محمد عقیل ادب کی اس روایت کے امین ہیں جو احتشام حسین سے ہوتی ہوئی ان تک پہنچی ہے۔ عقیل صاحب بنیادی طور پر تنقید کی دنیا کے آدمی ہیں لیکن ابھی حال ہی میں ان کی نظموں کا مجموعہ "شام دھنک رنگ" کے عنوان سے شائع ہوا ہے جس میں صرف آزاد نظمیں ہی شامل ہیں۔ تو سوال یہ ہے کہ آخر وہ کون سے اسباب اور محرکات ہیں جن کے باعث عقیل صاحب نے شاعری کی دنیا میں قدم رکھا اور دوسرا اہم سوال یہ ہے کہ حالیہ برسوں میں پابند نظمیں ایک طرح سے اردو کے ادبی منظرنامے سے غائب ہو گئی ہیں اور ان کی جگہ آزاد نظموں نے لے لی ہے، اس کے کیا اسباب ہیں۔

جناب نصر قریشی نے احتشام حسین کی یاد میں ایک نظم پیش کی۔ اس کے بعد

اردو سرکاری زبان کمیشن کے قیام کے لیے حکومت سے نمائندگی کا تیقن

حیدر آباد۔ وزیر بلدی نظم و نسق و ترقیاتی فلاح و بہبود جناب این محمد فاروق نے یقین دلایا کہ وہ اردو کے لیے سرکاری زبان کمیشن کے قیام اور ریاست کے 12 اضلاع میں اردو کو دوسری سرکاری زبان کے طور پر سختی کے ساتھ عمل آوری کے لیے ریاستی حکومت سے نمائندگی کریں گے۔ جناب این فاروق یک جہتی ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام مدینہ ایجوکیشن سنٹر نامپلی میں منعقدہ صحافت سے ملاقات پروگرام کے موقع پر اخباری نمائندوں کے سوالات کا جواب دے رہے تھے۔ فاروق صاحب نے بتایا کہ صحافت سماج میں اہم ترین رول ادا کرتی ہے۔ یہ عوام کو حکومت کی سرگرمیوں سے واقف کراتی ہے۔ انھوں نے وضاحت کی کہ وہ اخبارات میں ان کی وزارت کے بارے میں شائع ہونے والی خبروں پر توجہ دیتے ہیں۔ فاروق صاحب نے جناب چندر سریواستو کے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ اردو مخصوص طبقہ کی زبان نہیں ہے اور حکومت اردو کو دوسری سرکاری زبان کے طور پر روبہ عمل لانے کے لیے حتی الامکان کوشش کر رہی ہے۔ انھوں نے یقین دلایا کہ وہ تلگو سرکاری زبان کمیشن کی طرح اردو کے لیے سرکاری زبان کمیشن کے قیام کے لیے حکومت سے نمائندگی کریں گے۔ انھوں نے کہا کہ ان کی حکومت نے اقلیتوں کی ترقی و بہتری کا عزم کر لیا ہے یہی وجہ ہے کہ اردو کو ریاست کے آٹھ اضلاع کی بجائے بارہ اضلاع میں دوسری سرکاری زبان قرار دیا گیا ہے۔ صدر اردو اکیڈمی جناب سید شاہ نورالحق قادری اس پروگرام میں بحیثیت مہمان خصوصی موجود تھے۔ انھوں نے کہا کہ ریاستی حکومت اردو زبان کی مجموعی ترقی میں مدد کر رہی ہے۔ انھوں نے کہا کہ اردو اکیڈمی کے بجٹ کو تین لاکھ روپے سے بڑھا کر 2.5 کروڑ روپے کر دیا گیا ہے۔ جناب نورالحق قادری نے کہا کہ اردو اکیڈمی نے 204 اردو گھر و شادی خانوں کی تعمیر کا فیصلہ کیا ہے اور اس کی جانب سے روزگار پر مبنی کمپیوٹر کورسز بھی چلائے جا رہے ہیں۔ انھوں نے مزید بتایا کہ 28 طلبہ کو اردو سے انگریزی، تلگو سے انگریزی اور انگریزی سے تلگو بہترین ترجمہ کی تربیت فراہم کی گئی ہے۔ انھوں نے فاروق صاحب پر زور دیا کہ وہ ان طلبہ کا سرکاری محکمہ جات میں تقرر کریں تاکہ اردو درخواستوں یا نمائندگیوں کا ترجمہ کیا جا سکے۔ قبل ازیں صدر ایسوسی ایشن جناب میر راشد علی نے مہمانوں کا استقبال کیا۔

(منصف۔ حیدر آباد)

ڈاکٹر سعید عارفی اور جناب ایم۔ اے۔ قدیر نے "شام و حنائی رنگ" کے حوالے سے مقالے پیش کیے۔ ڈاکٹر سعید عارفی نے کہا کہ پروفیسر سید محمد عقیل کی نظمیں عصری نظم نگاری کی تدریج میں ایک نئے ذہن کی شعری جمالیات کے ساتھ ہمارے سامنے آتی ہیں اور ان کی نظموں میں موجودہ عہد کے حوالے سے مرتی ہوئی انسانیت کی بے بسی، مجبوری اور لاچاری کو پیش کیا گیا ہے۔ پروفیسر شفیق اللہ نے کہا کہ ہر نئی ہیئت ہمیشہ ابہام پیدا کرتی ہے۔ انھوں نے کہا کہ دراصل ہر نئی ہیئت کے ساتھ ہمیں اپنے ذہنی اور جمالیاتی ذوق کی تربیت بھی کرنی پڑتی ہے۔ "شام و حنائی رنگ" کا ذکر کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ عقیل صاحب اس نسل سے تعلق رکھتے ہیں جس نے تقسیم کا المناک دور دیکھا ہے اور آج وہ اپنی عمر کی جس منزل پر ہیں وہاں انسان اپنے حقیقی رب سے قریب ہو جاتا ہے اور اس عمل میں وہ خود احتسابی کے عمل سے دوچار ہوتا ہے۔ آخر میں پروفیسر سید محمد عقیل نے اپنے تاثرات پیش کیے اور ڈاکٹر علی احمد فاطمی نے تمام شرکا کا شکریہ ادا کیا۔

(احمد طارق)

انجمن ترقی اردو گلبرگہ کا ادبی اجلاس

سید مجیب الرحمن اور محمد ہاشم کا خطاب

گلبرگہ (ڈاک سے) انجمن ترقی اردو ہند (شاخ) گلبرگہ کا ادبی اجلاس صدر انجمن جناب سید مجیب الرحمن کی صدارت میں ۵ دسمبر کی شام خواجہ بندہ نواز ایوانِ اردو میں منعقد ہوا۔ افسانہ نگار جناب حمید سہروردی نے اپنا تازہ افسانہ "شہر کی انگلیاں خونچکاں" پیش کیا۔ محترمہ زینت ساجدہ فراست نے اپنا طنزیہ مضمون "الٹی ہو گئیں سب تدبیریں..." سنایا اور جناب بدر مہدی نے اپنی تازہ غزلیں پیش کیں۔ حمید سہروردی کے افسانہ پر تبصرہ کرتے ہوئے جناب امجد جاوید نے کہا کہ زیر بحث افسانے میں بیانیہ اور واقعہ ساتھ ساتھ آگے بڑھتے ہیں پھر اچانک ایک دوسرا واقعہ جو فطری ہے، آ جاتا ہے، پھر اس واقعہ کو درمیان سے توڑ دیا جاتا ہے اس طرح کا Craft قاری کو الرٹ کرتا ہے۔ قاری کو اپنی تخلیق کے سحر میں باندھے رکھنے کے ساتھ اسے چوکس کرنے کی روایت ہمارے یہاں انیس ناگی، انور سجاد اور مغرب میں کامیو کے یہاں ملتی ہے۔ پروفیسر محمد ہاشم علی نے محترمہ زینت ساجدہ کے طنزیہ کو آپ بیتی کے خوب صورت انداز کی ستائش کی اور اردو طنز و مزاح پر کی گئی تخلیقی کاوشوں کا اجمالی جائزہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ زینت ساجدہ کی ابتدائی کوشش کامیاب اور خوش آئند ہے۔ ڈاکٹر خالد سعید نے بدر مہدی کی غزلوں کا تجزیہ کرتے ہوئے انھیں مبارک باد پیش کی اور کہا کہ بدر مہدی کی غزلوں میں عہد حاضر پر طنز بھی ہے اور ان کی غزلیں نظم کی طرح تسلسل خیال کی بھی حامل ہیں۔ جناب سید مجیب الرحمن نے اپنی صدارتی تقریر میں کہا کہ حسنت اور فن کاری کی کوئی عمر نہیں ہوتی۔ زینت ساجدہ لیپٹ کم عمر ہونے کے باوجود کلاسیکی حسیت کی نمائندگی کرتی ہیں جب کہ حمید سہروردی سینئر افسانہ نگار ہیں اور وہ جدید حسیت کی نمائندگی کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ حمید سہروردی نے اپنے دوسرے افسانوی مجموعہ "عقب کا دروازہ" سے ایک نیا سفر شروع کیا ہے۔ گھر کی زندگی کے لیے گھر دری زبان کا استعمال ایک فطری عمل ہے۔ ہمارے سماج میں جو فساد ہے اور اس کی جو کراہتیں ہیں، حمید سہروردی کا افسانہ انھیں کامیابی سے پیش کرتا ہے۔ انھوں نے زینت ساجدہ کو مشورہ دیا کہ خواتین کی اپنی دنیا اور اپنے کلاسیکی ہیں، انھیں اپنے صنفی اظہار کو برتنا چاہیے۔ بدر مہدی کی شاعری پر اظہار خیال کرتے ہوئے مجیب الرحمن صاحب نے کہا کہ بدر مہدی اچھے شاعر اس لیے ہیں کہ انھیں غزل کی کلاسیکل روایات عزیز ہیں اور وہ جدید انداز میں شعر کہتے ہیں۔ جناب خواجہ پاشاہ انعامدار نے ابتدا میں خیر مقدم کیا اور نظامت کے فرائض انجام دیے۔ جناب ولی احمد کے شکریہ پر ادبی اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

(پریس ریلیز انجمن ترقی اردو گلبرگہ)

تسبیح و زنار کا اجرا

ناگپور (ڈاک سے) قومی یک جہتی سے متعلق بارہ گراں قدر مضامین پر مشتمل ڈاکٹر محمد شرف الدین ساحل کی کتاب "تسبیح و زنار" کا اجرا ڈاکٹر محمد منشاء الرحمن خاں منشا نے کیا۔ اس تقریب کا انعقاد جشن اسٹوڈنٹس ایسوسی ایشن نے ۲۷ دسمبر ۱۹۹۹ء کو ڈاکٹر آغا غیاث الرحمن کی صدارت میں کیا تھا۔ اس میں متعدد دانشور اور اہل قلم شریک تھے۔ کتاب کا اجرا کرتے کے بعد ڈاکٹر منشا نے ڈاکٹر ساحل احمد کی ادبی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے انھیں زبردست مصنف اور قلم کار کے روپ میں پیش کیا۔ صدر مجلس ڈاکٹر آغا غیاث الرحمن نے بھی ان کی ادبی خدمات پر روشنی ڈالی اور "تسبیح و زنار" کو قومی یک جہتی کے سلسلے میں کام آنے والی ایک مثالی کتاب بتایا۔

اک دیا اور بجھا

لکھنؤ۔ معروف عالم دین، دارالعلوم ندوۃ العلما کے ناظم اور آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے صدر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی ۳۱ دسمبر ۱۹۹۹ء کو اپنے آبائی قصبہ دائرہ شاہ علم اللہ (تکیہ) ضلع رائے بریلی اتر پردیش میں گیارہ بج کر ۲۵ منٹ پر انتقال کر گئے۔ ان کی عمر ۸۵ سال تھی۔ ندوہ کے ذرائع نے بتایا کہ مولانا نے جمعہ کی نماز سے قبل قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہوئے کچھ بے چینی کی شکایت کی اور اس کے فوراً بعد انتقال کر گئے۔ مولانا ہر حال ہی میں فالج کا حملہ ہوا تھا خدا کے فضل سے شفایاب ہو گئے تھے۔ لیکن بین الاقوامی ایوارڈ حاصل کرنے کے لیے متعدد عرب امارات اور برونائی تشریف نہیں لے جا سکے۔ انھوں نے ہندوستانی طیارے کے حالیہ اغوا کو غیر اسلامی قرار دیتے ہوئے اس کی سخت الفاظ میں مذمت کی تھی۔ علی میاں نے علم حدیث مولانا حسین احمد مدنی (دارالعلوم دیوبند) اور علم تفسیر مولانا احمد علی لاہوری سے حاصل کیا۔ انھوں نے مختلف اسلامی موضوعات پر اسّی سے زیادہ کتابیں لکھیں، ان میں سے بہت سی کتابیں انگریزی، فرانسیسی، ترکی، انڈونیشی، فارسی، ملیالم اور دوسری زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہیں۔ انھوں نے ۱۹۷۳ء میں تحریک پیام انسانیت شروع کی اور محبت اور بھائی چارے کا پیغام عام کرنے کے لیے پورے ملک کا دورہ کیا۔ وہ اسلامی مرکز جامعہ آکسفورڈ (برطانیہ) کے صدر، عالمی رابطہ ادب اسلامی کے صدر، رابطہ عالم اسلامی مکہ کے بانی رکن، جامعہ اسلامیہ مدینہ کی مجلس شوریٰ کے رکن اور بہت سی تنظیموں اور اداروں کے صدر تھے۔ مولانا علی میاں ندوی ۱۹۱۳ء میں تکیہ رائے بریلی میں پیدا ہوئے تھے۔ انھوں نے لکھنؤ یونیورسٹی میں عربی اور انگریزی کی تعلیم حاصل کی اور خلیل بن محمد عرب سے استفادہ کیا۔ ندوۃ العلما میں تقی الدین ہلالی مراکشی سے عربی ادب کی تعلیم خاص طور سے حاصل کی پھر اس کے بعد لاہور تشریف لے گئے جہاں مشہور مفسر مولانا احمد علی سے تفسیر پڑھی اور وہاں علامہ اقبال جیسے مختلف مشاہیر سے ملاقاتیں کیں۔ ۱۹۳۲ء میں تعلیم سے فراغت حاصل کی۔ لاہور سے واپسی کے بعد دس سالوں تک ندوۃ العلماء میں تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ علامہ سید سلیمان ندوی کے زمانے میں ۱۹۴۸ء میں نائب معتمد بنائے گئے اور پھر ۱۹۵۱ء میں معتمد تعلیم بنائے گئے اور پھر اس کے بعد ۱۹۶۱ء میں ندوۃ العلماء کے ناظم بنائے گئے۔ تدریس کے ساتھ "الندوہ" (اردو) میں نائب ایڈیٹر کی حیثیت سے بھی کام کرتے رہے۔ چودہ سال کی عمر میں عربی میں ایک مقالہ بعنوان "سید احمد بن عرفان شہید" لکھا جو مصری اخبار "المنار" میں چھپا۔ اردو میں سب سے پہلی کتاب سیرت سید احمد شہید کے نام سے دو جلدوں میں لکھی۔ اپنی شہرۂ آفاق تصنیف "انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر" عربی میں ۳۷ سال کی عمر میں ۱۹۵۰ء میں لکھی۔

ادارہ "ہماری زبان" دعا کرتا ہے کہ خدا مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ (ادارہ)

(۲)

نئی دہلی۔ دہلی کے معروف سوشل ورکر اور روزنامہ "کارزار دہلی" کے ایڈیٹر جناب عبدالغفار آزاد کا ۲۷ دسمبر ۱۹۹۹ء کی صبح حرکت قلب بند ہو جانے سے ان کی رہائش گاہ پر انتقال ہو گیا۔ مرحوم کی عمر 58 سال تھی۔ مرحوم زندگی بھر عوام کی بے لوث خدمت کرتے رہے۔ مرحوم کے پس ماندگان میں بیوہ کے علاوہ دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔

ادارہ "ہماری زبان" مرحوم کے لیے مغفرت اور پس ماندگان کے لیے صبر جمیل کی دعا کرتا ہے۔ (ادارہ)

اردو ہندی ڈکشنری

انجمن ترقی اردو (ہند)

قیمت: ۱۳۰ روپے

نئی کتابیں

تبصرے کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

نام کتاب : **قطرہ، آنسو، شبنم**
(شعری مجموعہ)
مصنف : ستے خاں عازم
ضخامت : ۱۵۲ صفحات
قیمت : ۵۰ر روپے
ملنے کا پتا : عازم امڑاپوری، امڑاپور، ضلع بلڈانہ۔ 444301
تبصرہ نگار : ڈاکٹر محبوب راہی

پچھلی تین چار دہائیاں جسے اردو زبان اور شعر و ادب کے لیے دور انحطاط کہا جاتا ہے۔ اس کس مپرسی کے دور میں اردو مراکز سے دور دراز غیر ادبی اور نیم تاریک علاقوں میں جن عاشقان زبان اردو اور شیدائیان شعر و ادب نے اپنے خون دل سے چراغ ہائے سخن کو روشن رکھا اور اپنے جگر کے لہو سے سینچ کر گلزار ادب کو شادابیاں عطا کی ہیں ان میں ایک نام ستے خاں عازم کا بھی آتا ہے جنھوں نے کسی بے ریا عبادت گزار کی طرح امڑاپور کے ایک گوشے میں بیٹھ کر برسوں تخلیق شعر و سخن کی اور اب اسے "قطرہ، آنسو، شبنم" کا عنوان دے کر مجموعۂ کلام کی شکل میں دنیائے شعر و ادب کے سامنے پیش کر رہے ہیں اور اپنے ہم وطن معروف مرحوم شاعر نور اللہ ہر سروش یزدانی کی روایت کو پوری زندگی اور تابندگی کے ساتھ قائم رکھنے کا عزم بالجزم کیے ہوئے ہیں۔ معنی خیز، دیدہ زیب، خوش رنگ اور نظر فریب سرورق میں سپیدے سفید، چکنے براق کاغذ پر کمپیوٹر کے ذریعے بے خطا دل کش ترتیب و تہذیب اور سلیقے سے نگینوں کی طرح جڑے ہوئے الفاظ ان سب نے کتاب کے ظاہری حسن کو بے مثال بنا دیا ہے۔ مجموعے میں بشمول ایک دعائیہ اور ایک نعت ۸۲ غزلیں اور چھ موضوعاتی نظمیں شامل ہیں۔ شاعر نے انتساب اپنی بچی طلعت نسرین اور بیٹوں ڈاکٹر ظفر اور خان قمر کے نام کیا ہے (شریک حیات کے نام کیوں نہیں؟) دو صفحات پر کچھ اپنے تعلق سے لکھتے ہوئے اپنے تخلیقی محرکات پر روشنی ڈالی ہے۔ ڈاکٹر محبوب راہی کے طویل مقدمے نیز شمس جالنوی، سبحان انجم اور مصطفی جمیل کی کتاب میں شامل آرا سے عازم کے تخلیقی رجحانات کا کسی حد تک اندازہ ہوتا ہے۔ سرورق (پچھلے) پر مشہور شاعر دلشاد سلیم شہزاد کی گراں قدر رائے شامل ہے۔ عازم صاحب کے چند اشعار ملاحظہ کیجیے

ماحول ہے عجیب مرے آس پاس کا
ہر آدمی شکار ہے خوف و ہراس کا

ہم کہ جو سنگلاخ خطہ ہی کی پیداوار ہیں
سبزہ میدان خطہ شاداب سے واقف نہیں

ہر دلعزیز ہونے کو اک عمر چاہیے
عزت کی منزلوں کی تو راہیں جدا ہیں

اللہ تعالیٰ نے عازم صاحب کی اس دعا کو لگتا ہے قبولیت کی سعادت سے نواز دیا ہے اسی لیے انھیں حصول منزل عزت کی راہ سوجھ گئی اور وہ عمر کی اس منزل کو بھی پا گئے جو انھیں "قطرہ، آنسو، شبنم" کے وسیلے سے ہر دلعزیزی عطا کرے گی انشاء اللہ۔

☆☆☆☆☆

نام کتاب : **درد پنہاں**
(افسانوی مجموعہ)
مصنف : محمد شفیع ایاز
اشاعت : ۱۹۹۹ء
ضخامت : ۱۱۲ صفحات
قیمت : ۷۵ر روپے
ناشر : ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۱۰۸ گلی وکیل، کوچہ پنڈت لال کنواں دہلی-۶
تبصرہ نگار : سید معصوم رضا

کسی بھی تخلیق میں اس کے خالق کے مشاہدے اور تجربے کا گہرا عکس ہوتا ہے اور وہ تخلیق نہ صرف اپنے خالق کے بلکہ اس کے عہد و زمانے کے مزاج کی بھی غماز ہوتی ہے۔ زمانے کے نشیب و فراز سے اس کی تخلیق متاثر ہوتی ہے اور براہ راست یا بالواسطہ ہر تخلیقی ادب زمانے کو بھی متاثر کرتا ہے۔ ہر تخلیق کی زندگی و پائندگی کا انحصار اس کے خالق کی صداقت تخلیق پر منحصر ہے اور اگر خالق میں جذبے کی صداقت نہ ہو یا تخلیق میں فن کار کی روح رواں دواں نہ ہو تو وہ بے جان و بے اثر ہوگی۔ اس لیے ہر زندہ جاوید فن کار کے یہاں ان کی روح ان کے فن پاروں میں رواں دواں ہوتی ہے۔ محمد شفیع ایاز کے افسانوں کا مجموعہ "درد پنہاں" اسی ذیل کی تصنیف ہے جس میں فن کار نے افسانوں کے ساتھ خود کو ضم کر دیا ہے۔ زیر تبصرہ کتاب "درد پنہاں" محمد شفیع ایاز کے افسانوں کا پہلا مجموعہ ہے۔

"درد پنہاں" دس مختصر افسانوں پر مشتمل ہے۔ ایاز کے افسانے بہت ہی سیدھے سادے انداز میں لکھے گئے ہیں عام طور پر انھوں نے اپنے افسانوں میں روز مرہ کی زندگی کو موضوع بنایا ہے۔ عام لوگوں کے مسائل کو حقیقی رنگ میں پیش کرنے کی کوشش ہے۔ مجبوری، لاچاری، بے بسی و بیکسی، غریبی، انتہا پسندی و دہشت گردی اور عشق و عاشقی کے درد کا درماں ہیں درد پنہاں کے افسانے۔ محمد شفیع ایاز کی ابتدائی کوشش ہونے کی وجہ سے اس میں آمد کا دخل کم ہے بلکہ ان کے افسانوں میں آورد کی کیفیت کا احساس ہوتا ہے۔ ان کے کئی افسانے آخر میں المیہ پر مختتم ہوتے ہیں اور ان افسانوں کا انجام موت پر ہوتا ہے۔ مثلاً درد پنہاں، ظالموں نے چھین لیا، حسرت، رقاصہ، اجنبی بھائی، اور بخار وغیرہ۔ اس کے علاوہ جو چار افسانے ہیں ان میں بھی درد و کرب، غم و الم اور جدائی وغیرہ ہیں۔ ایک افسانہ یاد ماضی فرقہ وارانہ فساد کے موضوع پر لکھا گیا ہے جس میں انسانوں کی درندگی اور مذہبی تنگ نظری پر گہرا طنز کیا گیا ہے۔ انسانوں کی غلط فہمی اور کم عقلی سے چند مفاد پرست حضرات اپنا فائدہ اٹھا لیتے ہیں جن کے باعث ہزاروں بے گناہ، مظلوم اور معصوم جاں بلب ہو جاتے ہیں۔ گھر ویران اور شہر سنسان دکھائی دیتے ہیں اور یہی ویرانی انسان کی درندگی کی داستان سناتی ہیں۔

مجموعی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ شفیع ایاز کی ابتدائی کوشش ہونے کے باوجود بھی ان کے افسانے افسانوی ادب کی ایک اہم کڑی کے طور پر تسلیم کیے جائیں گے کیوں کہ انھوں نے اپنے افسانوں میں انسانوں کو مرکز و محور بنا کر لفظوں کے تانے بانے سے کہانی کو آغاز سے انجام تک پہنچایا ہے۔ ایاز کے افسانے ہمارے معاشرے کے مسائل پریشانیوں اور الجھنوں کی بخوبی عکاسی کرتے ہیں جس سے افسانہ نگار کے سماجی شعور، سماجی آگہی یا سماجی وابستگی کا پتا چلتا ہے۔ فنی اعتبار سے بھی شفیع ایاز کے افسانوں میں کوئی تکنیکی کمی نظر نہیں آتی بلکہ ان کے افسانوں میں کہانی پن قاری کی کشش کا سبب ہے۔ آخر میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ درد پنہاں کے افسانے فن، موضوع اور اسلوب کے اعتبار سے اپنے ہم عصروں میں اپنی شناخت کو قائم رکھنے میں کافی حد تک کامیاب ہیں۔ کتاب کا گیٹ اپ بہت ہی خوش نما ہے۔ کتابت اور طباعت بھی عمدہ ہے۔ امید کہ یہ کتاب نئی نسل کے قاری میں مقبولیت حاصل کرے گی۔

☆☆☆☆☆

بقیہ صفحہ 8 سے آگے

اور سنسکرت کتابوں کا آسان ترجمہ کیا گیا یا اسے بنیاد بنا کر نئے سرے سے لکھوایا گیا۔ فورٹ ولیم کالج سے جو مصنفین یا مولفین یا مترجمین وابستہ تھے انھیں منشی کہا جاتا تھا۔ ان میں میر امن دہلوی، سید حیدر بخش حیدری، میر شیر علی افسوس، میر بہادر علی حسینی، مرزا علی لطف، مولوی امانت اللہ، مظہر علی ولا، مرزا جان طپش، میر کاظم علی جوان، شیخ حفیظ الدین، خلیل علی خاں اشک، مولوی اکرام علی، نہال چند لاہوری، منشی بینی نرائن جہاں، میر عبداللہ مسکین، للو لال کوی، مرزا محمد فطرت، میر کمی الدین فیض اور سید حمید الدین بہاری شامل تھے۔ ان حضرات کو ملک کے مختلف حصوں سے بلا کر یہاں مامور کیا گیا اور اس زمانے کے لحاظ سے انھیں اچھا مشاہرہ دیا جاتا تھا۔

ان تمام میں میر امن دہلوی کو غیر معمولی شہرت حاصل ہوئی۔ انھوں نے اس کالج کے لیے "باغ و بہار" نامی کتاب لکھی تھی۔ یہ اصل میں فارسی میں امیر خسرو کا ایک قصہ تھا جس کا نام قصہ چہار درویش تھا۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ امیر خسرو حضرت نظام الدین اولیاء کے خاص مرید تھے۔ جب ان کے پیر کی طبیعت کچھ ناساز ہوئی تو امیر خسرو نے انھیں بیماری کے دوران یہ قصہ سنا کر ان کی دلجوئی کی۔ جب نظام الدین صحت یاب ہوئے تو یہ دعا دی کہ جو یہ قصہ سنے گا اللہ کے فضل سے تندرست رہے گا۔ اس قصے میں چار لوگ چار سمت سے آ کر اپنی اپنی بپتا بیان کرتے ہیں۔ قصہ بے حد دلچسپ ہے اس لیے آج بھی مقبول ہے۔ اس پر میر امن کے طرز تحریر نے سونے پر سہاگے کا کام کیا۔ اس سے قبل میر محمد عطا حسین تحسین نے بھی اس کا ترجمہ "نوطرز مرصع" کے نام سے کیا تھا لیکن یہ مقبول نہ ہو سکا۔ میر محمد علی شوق اورنگ آبادی نے بھی اس کا ترجمہ دکنی میں کیا تھا۔ محمد عوض زرین نے بھی اس قصے کو اردو نثر میں لکھا تھا اور اس کا نام بھی "نوطرز مرصع" ہی رکھا تھا۔

لیکن بقول سید محمد، میر امن کی "باغ و بہار" کو جو بے انتہا مقبولیت اور شہرت حاصل ہوئی وہ ان تمام ترجموں میں سے کسی کو بھی نصیب نہ ہو سکی۔ اس کے اب تک بیسوں ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں"۔

سید محمد صاحب نے اپنے مقالے یا کتاب کے آخر میں "فورٹ ولیم کالج کے مولفین اور ان کی تصانیف" کے عنوان سے ایک فہرست بھی دی ہے تاکہ ایک نظر میں پڑھنے والا ان سے واقف ہو جائے۔ اس کے علاوہ انھوں نے آخر میں ان تصانیف اور اس کے مصنفین کے نام بھی دیے ہیں جن سے انھوں نے استفادہ کیا۔ ان کتابوں کی فہرست پر نظر ڈالنے سے پتا چلتا ہے کہ انھوں نے اس کتاب کی تیاری میں کس قدر محنت اور عرق ریزی سے کام لیا ہے۔ مصنف کو اس پر آسانی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری ایوارڈ ہو سکتی تھی۔ اس سے اس بات کا بھی پتا چلتا ہے کہ اس زمانے میں عثمانیہ یونیورسٹی (جو ایک اردو یونیورسٹی تھی) کا معیار کس قدر بلند تھا۔ موجودہ ریسرچ اسکالروں کے لیے بھی یہ کتاب مشعل راہ ہو سکتی ہے۔

سید محمد صاحب کی یہی ایک کتاب نہیں ہے بلکہ ان کی ادبی زندگی میں دو بھی کتابیں ہیں جن میں ایمان سخن، تذکرہ گلشن گفتار، مثنویات میر، رضوان شاہ و روح افزا، دیوان عبداللہ قطب شاہ، مثنوی گلشن عشق، مثنوی پنچھی باچھا، قصہ رضوان شاہ و روح افزا اور یادگار ولی شامل ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے چیدہ چیدہ مضامین بھی مختلف علمی و ادبی رسائل میں شائع ہوئے ہیں۔ انھوں نے اپنے شاگردوں کی ہمیشہ رہنمائی کی اور صحیح مشورے دیے۔ جس طالب علم میں بھی ادبی صلاحیت دیکھتے تو اس کی حوصلہ افزائی کرتے۔ بہت سے ریسرچ اسکالروں کو بھی انھوں نے ان کے موضوعات میں مدد بہم پہنچائی اور اپنی ذاتی لائبریری سے کتابیں مہیا کیں۔ وہ بے حد مخلص، منکسار اور ہمدرد انسان تھے۔ طبیعت میں استغنا بہت زیادہ تھا۔ وہ ایک صوفی منش تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جامعہ عثمانیہ کے اس زمانے کے دیگر اساتذہ میں ان کے حصے میں کم شہرت آئی ویسے قابلیت میں وہ پروفیسر عبدالقادر سروری اور ڈاکٹر محی الدین قادری زور سے کچھ کم نہیں تھے۔

"ارباب نثر اردو" ۱۹۲۲ء میں شائع ہوئی تھی اور میرا خیال ہے کہ پھر اس کا دوسرا ایڈیشن شائع نہیں ہوا۔

ایک طویل عرصہ سے یہ مفید کتاب نایاب ہے۔ حالاں کہ ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد انھوں نے خود اپنا ذاتی بڑا اردو پریس اعجاز پرنٹنگ پریس کے نام سے قائم کیا تھا اور خود ہی اس کی نگرانی کرتے تھے۔ اگر وہ چاہتے تو اپنے پریس سے اس کا تازہ اڈیشن اہتمام سے شائع کروا سکتے تھے۔ لیکن پتا نہیں کیوں انھوں نے ایسا نہیں کیا۔ اب ان کے فرزند سید نور محمد اسے اسی اہتمام سے چلا رہے ہیں۔ ان کے بڑے فرزند معراج محمد روزنامہ "منصف" حیدرآباد میں سب اڈیٹر ہیں۔ نیشنل فائن پرنٹنگ پریس (جو حیدرآباد کا سب سے بڑا اور معیاری اردو پریس تھا) کے بند ہو جانے کے بعد حیدرآباد میں اعجاز پرنٹنگ پریس ہی سب سے بڑا اور معیاری اردو پریس ہے۔

نامناسب نہ ہوگا اگر ہم یہاں سید محمد صاحب کے بارے میں چند سطور لکھ دیں جیسا کہ نام سے ظاہر ہے وہ سیدوں کی نسل سے تھے۔ ان کا سلسلہ شیخ عبدالقادر جیلانی سے جاملتا ہے۔ اس طرح وہ قادری بھی تھے۔ وہ ۱۹۰۶ء میں حیدرآباد میں پیدا ہوئے۔ ان کا آبائی سلسلہ دکنی کے مشہور بزرگ شاعر اور صوفی حضرت سید امین الدین علی اعلیٰ سے ملتا ہے جن پر ڈاکٹر حسینی شاہد مرحوم نے نہایت عرق ریزی سے پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھا تھا۔ اس طرح شروع سے ان کا خاندان علمی و ادبی رہا ہے۔ انھیں ابتدا سے مطالعے کا شوق تھا اور اپنی ذاتی لائبریری میں انھوں نے ڈھونڈ ڈھونڈ کر نایاب کتابیں جمع کی تھیں۔ کسے خبر تھی کہ ان کی کتاب بھی ایک زمانہ میں نایاب ہو جائے گی۔ ان کے شاگردوں میں کئی ممتاز شاعر اور ادیب شامل ہیں جن میں مشہور محقق سید مبارز الدین رفعت خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ جس آخری ادبی جلسے میں انھوں نے شرکت کی تھی وہ گلبرگہ میں رفعت صاحب مرحوم کا تعزیتی جلسہ ہی تھا۔ وہاں سے اچھے بھلے حیدرآباد آئے اور ۳۰ر اگست ۱۹۷۶ء کی رات میں اچانک سینے میں تکلیف محسوس کی۔ اپنے بڑے صاحبزادے معراج محمد کو جگایا۔ وہ فوراً قریب میں موجود ڈاکٹر سعید احمد جلیلی کو لے کر آئے جنھوں نے انھیں فوراً دواخانہ عثمانیہ منتقل کرنے کو کہا۔ رات اسی بے چینی میں گزری اور صبح سات بجے اپنے مالک حقیقی سے جاملے۔ انتقال کے وقت ان کی عمر ۷۰ سال تھی۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ سید محمد صاحب کی یاد کو ہمیشہ تازہ رکھا جائے اور اس کا طریقہ یہی ہے کہ ان کی نایاب اور بے حد مفید کتاب "ارباب نثر اردو" کو دوبارہ شائع کیا جائے۔ میرا خیال ہے کہ اس کتاب کے پہلے اڈیشن کے بعد پھر اسے دوسرا اڈیشن نصیب نہیں ہوا۔ اسے مختلف جامعات میں ایم۔اے (اردو) کے نصاب میں شامل کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ حیدرآباد ہی میں یہ کتاب ان دنوں نایاب ہے۔ مجھے بھی اس کی ایک جلد ادارہ ادبیات اردو کی لائبریری سے ملی جو ڈاکٹر زور کی ذاتی لائبریری کا عطیہ ہے۔

☆☆☆☆☆

بقیہ صفحہ 2 سے آگے

اس کے آخری شعر (نمبر ۳۳) میں نادر نے اقبال کا ذکر یوں کیا ہے:

اس تیرہ روزگار و پر آشوب دور میں
دو تیر سے در رو ہند ہیں اقبال اور میں

نادر اقبال سے اس قدر متاثر ہوئے تھے کہ اپنی ایک طویل نظم "رفتار میشن" لکھی جو مخزن جلد ۶ نمبر ۲ (صفحہ ۳۳-۳۶) بابت نومبر ۱۹۰۳ء میں شائع ہوئی تھی۔ نظم سے پہلے نادر کا یہ جملہ قابل ذکر ہے:

"رفتار میشن / جس کو میں اپنے ہم خیال دوست شیخ محمد اقبال صاحب ایم۔اے کے نام معنون کرتا ہوں"

دل شگفتہ کیا گل تازہ کی ہو بو باس سے
دیکھتا ہوں ہر ترقی کو نگاہ یاس سے

یہ ٹیرنگ۔ اقبال کے مخلص دوستوں اور خاص پرستاروں میں تھے۔ ستمبر ۱۹۰۳ء میں اقبال کی زبان کی حمایت میں ان کا ایک مضمون مخزن میں چھپا۔ جب اقبال ستمبر ۱۹۰۵ء میں سفر لندن پر روانہ ہوئے تو وہ الوداع کہنے کے لیے دہلی تک گئے۔ جب اقبال ۱۹۰۸ء میں واپس لوٹے تو انھوں نے خواجہ نظام الدین اولیا کی درگاہ میں ایک استقبالیہ میں خوش آمدید کہی اور ایک نظم "ترانۂ مسرت یعنی آمد اقبال" سنائی۔

ہم سے طلب کیجیے!

ہوئے ہم دوست جس کے

مجتبیٰ حسین کے خاکوں کا نیا مجموعہ

مزاح نگار و خاکہ نگار مجتبیٰ حسین کے خاکوں کا نیا مجموعہ "ہوئے ہم دوست جس کے" تخلیق کار پبلشرز، دہلی کے زیر اہتمام جناب انیس امروہوی نے شائع کیا ہے۔ اس سے قبل مجتبیٰ حسین کے شخصی خاکوں کے تین مجموعے آدمی نامہ، سو ہے وہ بھی آدمی، اور چہرہ در چہرہ شائع ہو چکے ہیں، جنھیں ہند و پاک کے ادبی حلقوں میں بے حد سراہا گیا ہے۔

"ہوئے ہم دوست جس کے" میں ۱۷ ادبی شخصیات جناب راج بہادر گوڑ، شمس الرحمن فاروقی، پروفیسر نثار احمد فاروقی، وحید اختر، پروفیسر خلیل الرحمن، پروفیسر قمر رئیس، قتیل شفائی، پروفیسر رشید الدین خاں، ابراہیم شفیق، عوض سعید، ف۔ س۔ اعجاز، سیدہ شان معراج، استاد محمود مرزا، رشید قریشی، دیوکی نندن پانڈے، علی باقر اور رباب عندلیب کے خاکے شامل ہیں۔ یہ کتاب دکنی زبان کے منفرد شاعر حمایت اللہ کے نام معنون ہے۔

ضخامت: ۱۲۰ صفحات ــــــ قیمت: ۸۰ روپے

انجمن ترقی اردو (ہند) کی چند مطبوعات

مثنوی لخت جگر	ارجمند آرا	۱۹۰/=
غالب کا فن	عبدالمغنی	۵۰/=
توقیت غالب	ڈاکٹر کاظم علی خاں	۱۰۰/=
آصف علی اور ارونا آصف علی	خلیق انجم (ڈی لکس) / (عام)	۳۵۰/= / ۲۵۰/=
اشاریۂ غالب	شمیم جہاں	۵۰/=
مثنویات شوق	رشید حسن خاں	۱۳۰/=
شبلی کی علمی و ادبی خدمات	خلیق انجم	۱۵۰/=
جوش ملیح آبادی۔ تنقیدی جائزہ	خلیق انجم	۱۰۰/=
رائے بینی نرائن دہلوی (سوانح اور ادبی خدمات)	ڈاکٹر حنیف نقوی	۷۰/=
سردار پٹیل اور ہندوستانی مسلمان	ڈاکٹر رفیق زکریا	۱۰۰/=
میر کی آپ بیتی	پروفیسر نثار احمد فاروقی	۱۲۵/=
قطعے اور رباعیاں (دیوناگری رسم الخط)	رشید حسن خاں	۳۶/=
انتخاب خطوط غالب (دیوناگری رسم الخط)	خلیق انجم	۳۰/=
پروفیسر مسعود حسین خاں (ایک جامع حیثیات شخصیت)	خلیق انجم	۵۰/=
انتخاب کلام جگن ناتھ آزاد (تیسرا اڈیشن)	پروفیسر جگن ناتھ آزاد	۵۰/=
دبستان مومن	ظہیر احمد صدیقی	۲۰/=
اقبال کا حرف تمنا	شمیم حنفی	۷۰/=
مثنوی اسرار محبت (نواب محبت خاں)	ڈاکٹر نسیم احمد	۵۰/=
گلزار نسیم (پنڈت دیا شنکر نسیم)	رشید حسن خاں عام اڈیشن / لائبریری ایڈیشن	۸۰/= / ۳۰۰/=
دیوان یقین	ڈاکٹر فرحت فاطمہ	۲۵۰/=
اقبال: شاعر اور سیاست داں	ڈاکٹر رفیق زکریا عام اڈیشن / ڈیلکس	۱۰۰/= / ۲۲۵/=
کلام اقبال میں قرآنی آیات و احادیث اور مذہبی اصطلاحات کا جائزہ	محمد منظور عالم	۸۰/=
انتخاب کلام حسرت موہانی	خلیق انجم	۳۶/=

انجمن ترقی اردو (ہند) کی نئی کتاب

ہم ساتھ تھے

(اسرار الحق مجاز، انصار الحق ہروانی اور صفیہ جاں نثار اختر)

حمیدہ سالم

- اس کتاب میں حمیدہ سالم صاحبہ نے اپنے تین بھائی بہن اسرار الحق مجاز، انصار الحق ہروانی، اور صفیہ جاں نثار اختر کے حالات شگفتہ، دل چسپ اور دل نشیں انداز میں بیان کیے ہیں۔ اسرار الحق مجاز اور صفیہ جاں نثار اختر اردو زبان و ادب کی مشہور و ممتاز شخصیتیں ہیں تو انصار الحق ہروانی معروف سیاست داں۔
- حمیدہ سالم صاحبہ نے غیر معمولی محنت اور بہت سلیقے سے یہ کام انجام دیا ہے۔ یہ کتاب ان تینوں عظیم شخصیتوں کے حالات زندگی کو سمجھنے میں بہت مفید اور کارآمد ہے۔

ضخامت: ۱۸۴ صفحات ــــــ قیمت: ۱۲۵ روپے

ارباب نثر اردو

اردو نثر نگاروں کا اولین تذکرہ

رشید الدین (رشید گلشن، سنتوش نگر کالونی، مہدی پٹنم، حیدر آباد-28)

بھی نارائن شفیق سے لے کر مولانا محمد حسین آزاد تک اردو شاعروں کے تو بہت سے تذکرے لکھے گئے لیکن اردو میں نثر نگاروں کا ایک بھی تذکرہ ہمیں نہیں ملتا۔ ہاں تاریخ ادب اردو میں ان کا تذکرہ ملتا ہے لیکن الگ سے نثر نگاروں کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔ "ارباب نثر اردو" ایک واحد ایسا تذکرہ ہے جو نثر نگاروں پر مشتمل ہے۔ یہ بھی صرف فورٹ ولیم کالج کے نثر نگاروں پر مشتمل ہے۔ اس تذکرے کو بھی کتابی صورت میں شائع ہوئے پون صدی کا عرصہ گزر گیا مگر اردو میں پھر کوئی ایسا تذکرہ نہیں لکھا گیا۔ بقول مالک رام "ارباب نثر اردو فورٹ ولیم کالج کے نثر نگاروں کا پہلا تذکرہ ہے اور حقیقت یہ ہے کہ آج تک اس پر کوئی قابل ذکر اضافہ نہ ہو سکا"۔

یہ تذکرہ حیدر آباد کے سید محمد صاحب کا لکھا ہوا ہے اور ۱۹۲۷ء میں زیور طبع سے آراستہ ہوا۔ سید محمد جامعہ عثمانیہ کے ایک ہونہار سپوت تھے اور انھوں نے یہ اس وقت لکھا جب وہ ایم۔ اے کے طالب علم تھے۔ بعد میں ایم۔ اے کرنے کے بعد وہ جامعہ عثمانیہ میں اردو کے لکچرر ہوئے اور ریڈر کے طور پر سبکدوش ہوئے کیوں کہ اس زمانے میں شعبے میں پروفیسر کی ایک ہی اسامی ہوتی تھی اور اس پر پروفیسر عبدالقادر سروری فائز تھے۔ سید محمد نے صرف استادی ہی نہیں کی بلکہ شعبۂ اردو میں کئی غیر نصابی سرگرمیوں میں حصہ لیا اور طلبہ کو بھی اس جانب راغب کیا۔ وہ ایک فعال طالب علم رہے اور بعد میں فعال استاد بھی ثابت ہوئے۔ آج بھی قدیم طلبائے جامعہ عثمانیہ ان کی خوبیوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔

جب سید محمد نے یہ کتاب شائع کی اس وقت ان کی عمر صرف ۲۱ سال تھی اور کتاب پر ان کے نام کے آگے متعلم ایم۔ اے (عثمانیہ) لکھا ہوا ہے اور وہ ایم۔ اے کے طالب علم تھے۔ خیال غالب ہے کہ یہ تحقیقی مقالہ انھوں نے ایم۔ اے (اردو) کے امتحان کے لیے لکھا تھا۔ اس کے لکھنے میں انھوں نے کافی محنت کی اور فورٹ ولیم کالج کے تمام مصنفین کی کتابوں کا جائزہ لیا اور جہاں تک ممکن ہو سکا مصنفین کے بارے میں بھی معلومات اکٹھا کیں۔ بعض کتابیں ایسی بھی تھیں جو صرف مسودہ کی نوبت تک ہی پہنچ پائیں اور شائع نہیں ہوئیں۔ ایسی کتابوں کے مسودے لندن میں برٹش انڈیا لائبریری میں محفوظ تھے۔ انھوں نے محی الدین قادری زور سے جو وہاں اس زمانے میں پی۔ ایچ۔ ڈی کر رہے تھے، مسودات کے اقتباسات منگوائے اور انھیں کتاب میں شامل کیا۔

ارباب نثر اردو کو مکتبہ ابراہیمیہ حیدر آباد دکن نے شائع کیا تھا۔ یہ کتاب کراؤن سائز کے ۳۰۰ صفحات پر مشتمل ہے اور مجلد ہے۔ کتابت، طباعت اور کاغذ بہت اچھا ہے۔ اس پر سنہ اشاعت ۱۹۲۷ء لکھا ہوا ہے اور جس کی قیمت ۲ روپیہ ہے۔ کتاب کا نام اس طرح ہے:

ارباب نثر اردو
یعنی
فورٹ ولیم کالج کے اردو نثر نگاروں کا
تحقیقی و تنقیدی جائزہ
از
سید محمد قادری متعلم ایم اے کلیہ
جامعہ عثمانیہ
ناشر
مکتبہ ابراہیمیہ امداد باہمی لمیٹڈ
اسٹیشن روڈ حیدر آباد

اس زمانے میں حیدر آباد میں لمیٹڈ کو امداد باہمی لکھنے کا رواج تھا۔ کتاب پر بار اول لکھا ہوا ہے لیکن یہ کہیں درج نہیں کہ یہ کتاب کتنی تعداد میں شائع ہوئی تھی۔ غالباً ۵۰۰ کی تعداد میں چھپی ہو گی۔

کتاب کا انتساب محمد عبدالرحمن خاں وائس چانسلر عثمانیہ یونیورسٹی کے نام ہے۔ اس کا پیش نامہ پروفیسر سید عبداللطیف استاد انگریزی جامعہ عثمانیہ نے لکھا ہے جو اردو کا بھی اچھا ذوق رکھتے تھے۔ یہ وہی پروفیسر سید عبداللطیف ہیں جنھوں نے قرآن شریف کا انگریزی میں ترجمہ اور تفسیر لکھی تھی۔ ان کا تعلق مدراس سے تھا۔ پیش نامہ تفصیلی ہے اور چار مطبوعہ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے آخر میں یکم ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ کی تاریخ درج ہے۔ پوری کتاب کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد پروفیسر سید عبداللطیف آخر میں لکھتے ہیں: "مولف نے جس تحقیق و تلاش سے منتشر افراد کو خوش اسلوبی سے جمع کیا اور اس پر تنقیدی نظر ڈالی ہے وہ ہر لحاظ سے قابل ستائش و لائق قدر ہے۔ اس کتاب کو لکھ کر مولف نے ادبیات اردو میں تاریخ تحقیق و تدقیق کی بہت بڑی خدمت انجام دی ہے"۔

سید محمد صاحب نے دیباچہ کے طور پر "اردو نثر فورٹ ولیم کالج سے پہلے" لکھا ہے اور آخر میں تاریخ وہی یکم ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ درج ہے جو پروفیسر سید عبداللطیف کے پیش نامہ کے آخر میں ہے۔ دیباچہ میں انھوں نے اردو زبان کے آغاز و ارتقا پر روشنی ڈالی ہے اور خاص طور پر دکنی میں شعر اور نثر کا ذکر کیا ہے۔ انھوں نے اپنے دو دوستوں محمد عمر یافعی اور محی الدین قادری زور کا شکریہ ادا کیا ہے جن سے انھیں اس مقالے کی تیاری میں بہت مدد ملی۔ زبان سیدھی سادی ہے اور کہیں بھی پیچیدہ اور رنگین اسلوب اختیار نہیں کیا گیا۔ اس میں جملہ ۱۹ مصنفین اور ان کی تصانیف کا ذکر ہے حتیٰ کہ انھوں نے للو لال کوی کا بھی تذکرہ کیا ہے جو ہندی کے ادیب تھے۔ فورٹ ولیم کالج میں اردو کے ساتھ ساتھ ہندی نثر نویسی کا کام بھی ہوا ہے۔

فورٹ ولیم کالج کے مصنفین اور ان کا تفصیلی ذکر کرنے سے قبل سید محمد صاحب نے فورٹ ولیم کالج، ڈاکٹر گل کرسٹ اور چند دیگر انگریز محسنان اردو کے عنوان سے الگ الگ باب لکھے ہیں۔ اس میں انھوں نے ایک بڑے پتے کی بات کہی ہے کہ "کسے معلوم تھا کہ جس قوم نے ہمارے ملک کو غلام بنا کر اس پر حکومت کی وہ ہندوستان کی ایک زبان (اردو) کے لیے بہت کچھ کام کرے گی"۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ فورٹ ولیم کالج کی نثر اور کتابوں ہی نے آئندہ سر سید احمد خاں، ڈپٹی نذیر احمد اور مولانا حالی وغیرہ کے لیے آسان اور عام فہم نثر کی راہ ہموار کی۔ گو اس میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی غرض بھی وابستہ تھی لیکن اس کے در پردہ اردو زبان خصوصاً نثر کی بھی خدمت ہو گئی۔

کلکتہ میں فورٹ ولیم میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے عہدہ داروں اور ملازمین و نوجوانوں کے لیے ایک ایسا کالج قائم کیا گیا جہاں انھیں اردو اور ہندی زبان اور ہندوستان کے طور طریق سکھائے جاتے تھے۔ اس کالج کا قیام ۱۸۰۰ء میں عمل میں آیا اور اس کے پہلے پرنسپل ڈاکٹر گل کرسٹ مقرر ہوئے جو اردو بہت اچھی جانتے تھے اور ہندوستانیوں سے ہمدردی رکھتے تھے۔ وہ انتہائی غیر متعصب آدمی تھے اور انھوں نے قرآن شریف کے چند پاروں کا بھی اردو میں ترجمہ کرایا تھا۔ افسوس کہ وہ صرف چار سال تک اس کالج کے پرنسپل رہے اور پھر خرابی صحت کی بنا پر کمپنی کی ملازمت سے سبکدوش ہو کر اپنے وطن اسکاٹ لینڈ چلے گئے۔ وہ پیشے سے ڈاکٹر تھے مگر ہندوستان میں رہ کر انھیں اردو زبان سے غیر معمولی دلچسپی پیدا ہو گئی تھی اور ان کا شمار ممتاز مستشرقین میں ہوتا ہے۔ انھوں نے اردو زبان کی قواعد بھی لکھی تھی جو شائع بھی ہوئی۔

ڈاکٹر جان گل کرسٹ کے بعد دو تین اور مستشرقین فورٹ ولیم کالج کے پرنسپل ہوئے اور ۱۸۲۰ء میں یہ کالج بند کر دیا گیا کیوں کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے نزدیک اس کالج کو کمپنی کے خزانے پر ایک بوجھ محسوس کر رہے تھے۔ تاہم ۲۰ سال کے مختصر عرصے میں بھی اس کالج نے اردو کی کئی کتابیں ترجمہ، تخلیص اور نئی شکل سے لیس کر دیں اور انھیں چھپوا کر ان سے استفادہ بھی کیا گیا۔ جن کتابوں کا اردو میں ترجمہ کیا گیا یا جنھیں اردو کا جامہ پہنایا گیا ان میں فارسی، عربی اور سنسکرت کی کتابیں شامل تھیں۔ زبان قصداً بہت سیدھی سادی اور عام فہم رکھی گئی تاکہ نو سیکھ انگریزوں کو دقت نہ پیش آئے۔ اس طرح در پردہ اردو زبان اور خاص طور پر جدید اور آسان نثر کا رواج پڑ گیا۔ فارسی اور عربی کی بعض منظوم کتابوں یا طویل نظموں کا بھی آسان اردو نثر میں ترجمہ کیا گیا۔

یہاں ایک بات خاص طور پر بیان کرنے کی ہے کہ فورٹ ولیم کالج کے تحت کوئی نئی یا طبع زاد کتاب نہیں لکھوائی گئی بلکہ قدیم مشہور فارسی، عربی

(بقیہ صفحہ 6 پر)

ایڈیٹر: خلیق انجم
پرنٹر، پبلشر: شاہد خاں مطبوعہ: ثمر آفسیٹ پرنٹنگ پریس، نئی دہلی
مالک: انجمن ترقی اردو (ہند)، اردو گھر، ۲۱۲، راؤز ایونیو، نئی دہلی ۲
قیمت: فی شمارہ ڈیڑھ روپیہ سالانہ ۳۰ روپے (بیرونی ممالک ۸ امریکن ڈالر)
Phones: 3237210,3236299 Fax: 011-3239547